کتاب وسنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:16 Issue:11 November 2023

مُدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	حالاتِ زمانہ یوں ہی نہیں آتے	مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی	۵
درسِ حدیث	انسان کا حقیقی مال کونسا ہے؟	مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی	۷
پیش گفتار	غزہ جھلس رہا ہے	مدیر	۹
گوشۂ سیرت	مجھے تمہارے بارے میں خوشحالی کا زیادہ خطرہ ہے	مرتب	۱۳
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۴
"	تعلیمِ نسواں کی ضرورت و اہمیت	مولانا مفتی تنظیم عالم قاسمی	۱۶
تذکارِ صحابہؓ	حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ	مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۲۰
لمحاتِ فکریہ	مسجد اقصیٰ کی حفاظت اور ہماری ذمہ داری	حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی مدظلہ	۲۵
"	غزہ پر اسرائیلی جارحیت اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں	مولانا سید احمد ومیض ندوی زید مجدہٗ	۲۸
"	فلسطین اور اخوت ایمانی کا تقاضہ	مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری	۳۵
"	فلسطین سے محبت کیوں؟	انتخاب	۳۹
اصلاحی مضامین	ووٹ کا استعمال ملی و شرعی فریضہ	مفتی محمد ابراہیم قاسمی، حسامی	۴۱
"	انتخابات میں ووٹ، وٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ	۴۳
اندازِ تربیت	مجھے ملامت مت کرو	ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمٰن العریفی رحمہ اللہ	۴۷
فقہ و فتاویٰ	آپ کے شرعی مسائل	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۴۹

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن



حالاتِ زمانہ یوں ہی نہیں آتے

از: مولانا عبدالقادر فرید قاسمی*

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴿۱۱۲﴾ (سورۃ النحل)

ترجمہ: اور اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو بڑی پُرامن اور مطمئن تھی، اس کا رزق اس کو ہر جگہ سے بڑی فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی، تو اللہ نے اُن کے کرتوت کی وجہ سے اُن کو یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف ان کا پہننا اوڑھنا بن گیا۔

توضیح: ایک شخص سفر پر نکلا، جنگل و بیاباں سے گزرا، کپڑے غبار آلود، بال پراگندہ، اسباب خورد و نوش ختم، راستہ بھی گم، پریشان حال، بے چین و بے قرار، موت اس کی منتظر، اب اس گھڑی میں سہارا صرف رب کا ہی نظر آرہا ہے، وہ بڑی امید سے آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور اپنے رب کے حضور ہاتھ دراز کیے ہوئے دردِ دل سے فریاد کرتا ہوئے کہتا ہے: یارب! یارب! اس کا رب اس کو جواب دیتا ہے میں تیری فریاد کیسے سنوں؟ تیرا کھانا حرام، تیرا لباس حرام، تیرا جسم حرام غذا سے بنا ہے۔

یہ حالات و کیفیات اس شخص کے ہیں جس کی مثال ایک حدیث کے تتمہ میں ہے، لیکن اصحاب نظر و شعور کے لیے اس میں بہت بڑی نصیحت اور عبرت ہے، آج امت مسلمہ کی صورتحال یہ ہے کہ چہار سو اس پر یلغار ہے، ظلم کا ہر باب اُن پر کھول دیا گیا ہے، اُن کے حق میں سب قاتل بنے ہوئے ہیں، ہمدردی کی پوشاک میں کوئی ہمدرد بھی ہے تو اپنے مفادات کے لیے، ہر طرف حالات و حادثات، مصائب والام، قتل و غارت گری، سفا کی ہے، ہم دعائیں مانگتے ہیں، فریادیں کرتے ہیں، حالات قابو میں آنے کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں، لیکن

* ذمہ دار ادارہ حبیب المدارس، گھٹکیسر

اسباب مصائب وجوہ حوادث پر غور نہیں کرتے، حالاں کہ ایک کشتی کا مسافر موجوں کی مستیوں اور ہواؤں کی بے اعتدالیوں پر نظر رکھتا ہے، ہماری بھی سمجھداری یہی ہے کہ جن وجوہ وعلل سے آزمائشیں آتی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں، ہواؤں کا رخ بتارہا ہے کہ طوفان آرہا ہے، نگاہ رکھنا سفینے والو اٹھی ہے موجیں کدھر سے

پہلے حلال وحرام کی تمیز کم ہوتی جارہی ہے، ظلم وعدل کا فرق گھٹتا جارہا ہے، زنا آسان نکاح مشکل امر بن چکا ہے، کمزوروں پر ظلم، میراث میں حق تلفی، زمینوں پر قبضہ، نشہ آوری، ایذارسانی، والدین کی نافرمانی، بدنگاہی، بدزبانی، بدگمانی، حسد، بغض، انانیت، فخر ومباہات کون سا ایسا گناہ باقی رہ چکا ہے جو ہمارے اندر نہ ہو، اور جس معصیت کے سبب سابقہ امتوں کو عذاب کا شکار نہ بنایا گیا ہو، ہم تو اس بات کے مستحق تھے کہ زمین کا سینہ شق ہوجاتا اور ہم دھنس جاتے، یہ جو کچھ حالات ہیں ہمارے بعض اعمال کا خمیازہ ہیں جو ہم بھگت رہے ہیں اور پھر آخرت کی پکڑ۔۔۔۔۔الامان الحفیظ

یہ وقت ہے کہ ہم کم از کم اب تو اپنے اعمال، ذوق عبادت، شوق لقائے رب اور دین پر عمل آوری، ارتکاب معصیت کا محاسبہ کریں۔ انشاءاللہ ہمارا ضمیر ہم کو عار دلائے گا کہ اپنے رب کے اس قدر انعامات و احسانات کے باوجود تیری بغاوت اور تیری نافرمانی کا یہ عالم ہے۔ہمارے حالات کی درستگی اور رحمت خداوندی کا نزول مضمر ہے دو کاموں میں، ایک کام کرنے کا ہے دوسرا چھوڑنے کا۔۔۔۔۔کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم طے کرلیں کہ وہ تمام کام کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔۔۔۔۔نہ کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم عزم کریں کہ وہ کام نہیں کریں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے اور نامرضیات سے بچنے کا فائدہ نصرت، فتح، غلبہ، شان وشوکت کی صورت میں ہم کو نظر آئے گا۔ باری تعالیٰ! ہم سب کو دین پر مکمل چلنے اور معصیت سے حتی المقدور بچنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔آمین

(بقیہ صفحہ سے ۲۷)

اے اللہ! فلسطین کے مسلمانوں کی حفاظت فرما، مسجد اقصیٰ کی حفاظت فرما، ظالموں کو ان کے ظلم سے روک دے، انہیں کیفر کردار تک پہنچا، مظلوموں کی حمایت فرما، پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے ضمیروں کو بیدار فرما اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی انہیں توفیق عطا فرما۔آمین



درسِ حدیث

انسان کا حقیقی مال کونسا ہے؟

از: مولانا سید خواجہ نصیرالدین قاسمی*

عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ: يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي! قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ (مسلم: 2958)

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سورۂ) ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال! فرمایا: ''اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! تمہارے مال میں سے تمہارے لیے صرف وہی ہے جو تم نے کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پُرانا کر دیا، یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اُن میں ایک عظیم نعمت مال ہے، جس سے اس کی دنیوی واُخروی ضروریات وابستہ ہیں، اور وہ مال اسبابِ راحت اور خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ ہے، دنیا میں لوگ اس شخص کو مال دار سمجھتے ہیں جس کے پاس بے دریغ مال ہو، ہر کوئی اسی کو عزت ووقعت کی نظر سے دیکھتا ہے؛ بل کہ اس جیسا مال دار بننے کی تمنا وآرزو کرتا ہے، اس کے بالمقابل وہ شخص جو روزانہ محنت ومزدوری کر کے مال کماتا ہے اور حوائج وضروریاتِ خانگی کی تکمیل بہ مشکل کر لیتا ہے۔ اُسے لوگ غریب ونادار سمجھتے ہیں، اُسے حسرت بھری نظر سے دیکھتے ہیں اور اس جیسا رہنے کی کوئی تمنا نہیں کرتا۔ مال دار اس خبط میں مبتلا رہتا ہے کہ مال اس کی ملکیتِ لازوال ہے، جب کہ غریب اس فاسد خیال سے محفوظ رہتا ہے۔

جب کوئی مسلمان حلال روزی حاصل کرنے کے لئے تگ ودو کرتا ہے، اس کے لئے مختلف ذرائع معاش

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

اپناتا ہے، صبح سے شام تک بار برداری، ملازمت کرکے، اشیائے خوردونوش، ضروریات زندگی اور اسبابِ راحت فروخت کرکے، اپنی صلاحتیوں سے نت نئی مصنوعات، مطعومات وملبوسات تیار کرکے، اپنے مکانات واراضی کو اجرت پر دے کر، تعلیمی وفنی استعداد سے اپنے اوقات صرف کرکے جو کچھ حلال مال کماتا ہے، اور تجارتی منڈی میں سرمایہ کاری کرکے بہت نفع حاصل کرلیتا ہے اور غربت ومسکنت کی پستی سے نکل کر دولت وثروت کی منزلیں طے کرلیتا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے مالداروں میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے، محلے میں عالی شان مکان، معیاری لباس وپوشاک، قیمتی سواریاں، طرح طرح کے پُرتکلف وپُرتنعم کھانوں سے سجے دسترخوان، اہل وعیال کی فاخرانہ زندگی، چھوٹے بڑے کاموں کے لئے حشم وخدم، اورآتے جاتے لوگوں کے سلام وآداب، اس کی شاہانہ طرزِ زندگی کا پتہ دیتی ہیں؛ اس وقت انسان کا مکار نفس اُسے دھوکہ دیتا ہے کہ یہی اصل زندگی ہے، اسی کو دوام ہے اور وہ اپنے مال پر اترانے لگتا ہے، فخر وغرور اور متکبرانہ روش میں مبتلا ہوکر دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس مال کو اپنی ہوشیاری وہنرمندی کا کمال مانتا ہے، اور بہ زبان حال الیس لی ملك مصر اور انما اوتیته علی علم عندی کی فرعونی وقارونی سوچ کا اظہار کرتا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دُکھتی رگ پر انگلی رکھی ہے، جس سورت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمارہے تھے اس میں اسی طرح کی مالداری کو تباہی وہلاکت بتایا گیا ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نصیحت فرمائی وہ یہ تھی کہ دیکھو انسان ہر وقت میرا مال میرا مال کی رٹ لگائے رہتا ہے، کیا واقعی یہ اس کا مال ہے؟ ہرگز نہیں! ابھی آنکھ بند ہوتے ہی وہ مال دوسروں کا ہوجائے گا اور سارا غرور وپندار خاک میں مل جائے گا، اس مال دار کو مرتے ہی لوگ زیرزمین دفن کرآئیں گے اور اس کے مال وپراپرٹیز سب پر ورثاء کا حق ہوجائے گا، یہ اپنے ساتھ کچھ نہ لے جاسکے گا۔ بتاؤ! جس مال پر وہ اترارہا تھا وہ اس کا ہوا؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت کھولی کہ انسان کا مال وہ ہے جو وہ کھاپی کر ختم کردے، یا پہن اوڑھ کر پُرانا کردے۔ اور تیسری صورت جو بہت مبارک اور اہم ہے کہ وہ مال راہِ خدا میں خرچ کردے اور کل کے لئے ذخیرہ کرلے، یعنی اسے نیک کاموں میں خرچ کرتا جائے اور اللہ کے پاس اس کا اجر وثواب جمع کراتا جائے یہ کل قیامت میں اُس کے کام آئے گا اور یہی اس کا حقیقی مال ہوگا باقی سب فنا ہے۔ اسی کے فضائل وفوائد حق تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ (النحل:۹۶) وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللهِ (البقرۃ:۱۱۰) مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً (البقرۃ:۲۴۵)۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو سمجھنے اور صدقہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیش گفتار

غزہ جھلس رہا ہے

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہ نستعین

اس وقت مسلمانوں کے قلوب پر جو سب سے بڑا صدمہ ہے وہ اسرائیل کے فلسطینی مسلمانوں پر کیے جا رہے وحشیانہ مظالم ہیں، یہ مظالم اگر چہ گزشتہ سات دہائیوں سے پئے بہ پئے جاری ہیں لیکن اس دفعہ اس نے سفا کی وجلاّ دی، جبر واستبداد اور ظلم و بربریت کی حدیں پار کردی ہیں، غزہ پر مسلسل حملوں میں اسرائیل کی اندھی و غاصب فوج بچوں؛ عورتوں؛ بوڑھوں اور بیماروں تک کی کوئی رعایت نہیں کر رہی ہے، عالمی جنگی قوانین کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں، اسرائیلی وزیر اعظم نے علی الاعلان ان قوانین کو پس پشت ڈال دینے کی ہدایت دی ہے، اور اس کے نتیجے میں جو کچھ ہو رہا ہے دنیا دیکھ رہی ہے، اس کے باوجود پوری دنیا میں اپنی بالا دستی دکھانے اور ہر کسی کے معاملے میں خواہ مخواہ کود پڑنے والا امریکہ اور اس کے حلیف ممالک ظالم کی حمایت میں کمر بستہ ہو گئے ہیں اور مسلسل اپنا تعاون پیش کر رہے ہیں، اسرائیل کی جارحیت کو اس کا جائز حق بتاتے ہوئے اپنی مدد کو حق بجانب ٹھہرا رہے ہیں۔

عالمی ادارۂ صحت، عالمی ادارۂ انصاف، عالمی ادارۂ قومی اتحاد، عالمی ادارۂ حقوق انسانی اور سب سے بڑھ کر مسلم ممالک کے حکمران سوائے بیان بازی کے اور کچھ کرتے دکھائی نہیں دے رہے ہیں، غزہ پر کیے جا رہے اندھا دھند حملوں اور وہاں کے باشندوں تک اشیائے مایحتاج کے پہنچنے کی رکاوٹوں کو غیر قانونی؛ ناواجبی اور انتقام میں حدود سے تجاوز تسلیم کرنے کے باوجود اسرائیل پر کسی تہدید و تنبیہ کی کسی کو ہمت نہیں، گویا کہ وہ اُسے سلطانُ العصر کی شان میں گستاخی سمجھ رہے ہیں، اقوام متحدہ اور امریکہ ماضی میں بھی اسرائیل کی حمایت، ہمدردی

اور تسلی دہانی کرتے اور اس کے برخلاف مظلوم و مجبور فلسطینیوں کو نصیحت و فضیحت فرماتے رہے ہیں، اور اب بھی یہی کرر ہے ہیں۔

بیچارے نہتے بے بس و بے کس اور دنیا بھر کے تجاہل و تغافل کے شکار فلسطینی اپنے حق وطن، حقِ آزادی کے لیے تن تنہا لڑ رہے ہیں، ان کا اسرائیل کے ساتھ یہ مقابلہ و مقاومہ دنیا جانتی ہے کہ اپنے جائز حق کے لیے ہے، وہ اپنے مقدسات اور تاریخی مقامات کے ساتھ اپنی زمین کا اپنی عزت و آبرو اور جان و مال کا تحفظ چاہتے ہیں، وہ کیا غلط مطالبہ کرر ہے ہیں؟ بڑے بڑے ممالک پورا پورا ملک رکھ کر بھی صرف تاریخی بنیادوں پر اپنی زمینوں کے لیے اربوں روپے کا اسلحہ اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں برباد کرر ہے ہیں، کوئی انہیں دہشت گرد اور فسادی کہنے کی ہمت نہیں کرتا، بے چارے فلسطینی جب اپنے جائز حق کے لیے غاصب اور ظالم سے مقابلہ کرتے ہیں تو فسادی اور دہشت گرد کہلائے جاتے ہیں، دنیا بھر کا میڈیا اور عالمی قیادت انہیں کوسنے؛ بدنام کرنے ؛اور ان کی مظلومیت کو ظالمیت و جارحیت بتلانے میں مشغول ہوجاتی ہے، جبکہ ان کا مقاومہ جہانگیری اور توسیع پسندی کے لیے بھی نہیں ہے ،اسرائیل نے جن کا سارا ملک غصب کر کے بلکہ عالمی طاقتوں نے اپنی آمریت سے غصب کرواکے جنہیں اپنی ہی زمین اور اپنے ہی وطن میں محدود و مقید کر دیا اور تمام تر انسانی حقوق سے محروم کردیا ہے، وہ کیا اپنے ان بنیادی جائز حقوق کے لیے بھی مقابلہ نہیں کر سکتے؟ دنیا کے کس مذہب اور کس قانون میں اپنے جائز حقوق کے لیے لڑنا دہشت گردی کہلاتا ہے؟

پھر اگر کسی کو ان کی مدد نہ کرنا ہو تو نہ کرے لیکن ان کے دشمن اور غاصب و جابر کی ہمت افزائی اور سرپرستی تو نہ کرے، سچی بات یہ ہے کہ آج دنیا میں کوئی ادارہ اور کوئی طاقت کمزوروں اور مظلوموں کے لیے قائم نہیں ہے، سب نام نہاد تنظیمیں صرف اور صرف ظالموں اور غاصبوں کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے کھڑی ہوئی ہیں، اور اپنے اغراض و مقاصد خواہ وہ کتنے ہی عادلانہ اور انسانیت پسندانہ بتلاتے ہوں مگر آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی اور کان جو کچھ سن رہے ہیں وہ یہی ہے کہ ان طاقتور عالمی اداروں کے پاس بالادستوں کی بالادستی بڑھانے ظالموں کے ظلم کو تقویت پہنچانے کی ہمت تو ہے لیکن مظلوم و بے بس کا سہارا بننے اور حقدار کو حق دلانے کی جرأت نام کے لیے بھی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بے چارے فلسطینیوں نے اب اپنی امیدیں دنیا جہاں سے منقطع کرلیں کیونکہ اپنے ہوں یا پرائے سب کے سب خود غرض اور اپنی مصلحتوں کے بندے بن چکے ہیں، اپنے تخت و تاج کا تحفظ اور اپنے مقاصد کی ترقی کے لیے جی رہے ہیں، مظلوموں کی آہیں ؛معصوموں کے نالے ؛ان کے سینوں میں موجود

پتھروں پر اثر انداز نہیں ہو سکے، ان کے کان بچوں کی بلکتی آوازیں، بہنوں کی درد بھری فریادیں سن نہیں سکتے ان کی آنکھیں اپنے ہی بھائی بہنوں کے اجڑتے گھر بچھڑتے خاندان اور بکھرتے چیتھڑے دیکھتے رہنے کی عادی ہو گئے ہیں اس یقین کے بعد نہتے مٹھی بھر فلسطینیوں نے سب کو ٹھکرا کر اور نظروں سے گرا کر صرف اور صرف اپنے مولائے مہربان کی طرف نظر مرکوز کر لی ہے۔

وہ مایوس تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بہ منزل اپنی محنت رائے گاں دیکھے

حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا نعرہ مستانہ اور جذبۂ قلندرانہ لے کر انہوں نے دنیا کی آنکھوں سے آنکھیں ملانے اور غاصب و مغرور دشمن کے ہوش ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا ہے، وہ اپنوں کی طفل تسلیوں اور پرایوں کی بندر بھپتیوں کی حقیقت منظر عام پر لانے اور دھوکے میں پڑے لوگوں کو حقیقت آشنا بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں اور الحمدللہ وہ اس میں بے پناہ قربانیوں کے ساتھ قوتِ ارادی پر قدرتِ الٰہی کے ظہور کا دن بہ دن تجربہ کرتے جا رہے ہیں، وہ مایوس بالکل نہیں ہیں، انہوں نے جو نقصان اٹھایا ہے جانتے بوجھتے اٹھایا ہے، کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے، اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ صحابہ کرامؓ جیسی قیمتی جانوں کی قربانی پر اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا تسلی چاہیے؟ کس کی چاہیے؟

بہت سے لوگ تین وقت کھا کر اپنے نرم و گرم صوفوں پر بیٹھ کر تبصرہ کرتے ہیں کہ چند لوگوں کی غلطی سے اتنے معصوموں کا خون بہا ہے انہیں ایسی غلطی نہیں کرنی چاہیے تھی، یہی بات میڈیا کا ایک حلقہ بھی چلا رہا ہے، اِدھر بے ایمان بھی یہی کہہ رہے ہیں لیکن مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ آزمائشیں آپ پر نہیں بیت رہی ہیں، حالات سے آپ نہیں گزر رہے ہیں، پچھتر برس سے جو آہوں کراہوں میں پیدا ہو رہے اور حملوں دھماکوں میں پل رہے ہیں اور جن کی کمریں بے گناہ وہ بے قصور لاشوں کو اٹھاتے ٹوٹ رہی ہیں، جو دنیا والوں کی امداد کھا کر جی رہے ہیں ان کے دلوں سے پوچھیے کہ اِن ناحق مظالم سے جان چھڑانے کے لئے کیا کرنا چاہیے تھا؟ کیا نہیں کرنا چاہیے تھا؟ آپ کیا جانیں کہ اس وقت ان کے لیے عقل کا تقاضا کیا ہے؟ اور خدا کا حکم کیا ہے؟ افسوس ہے کہ جو شکایت دن رات جانوں کا نذرانہ دینے والوں کو بھی اپنے قائدین سے نہیں ہیں، امن کی ٹھنڈی چھاؤں اور سکون و آرام کی خوابگاہوں میں پڑے ہوؤں کو ہونے لگی ہے کبھی مسلمان کا حال یہ تھا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اور آج حالت یہ ہے کہ مسلمان یہودیوں کی طرح ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ کا مصداق بن گئے ہیں، اہلُ اللہ آنسو بہا رہے ہیں، علماء دعائیں کررہے ہیں، ائمہ قنوت نازلہ پڑھ رہے ہیں لیکن مسجدیں اس پر آمین کہنے والے مسلمانوں کو ترس رہی ہیں، نہ دو رکعت پڑھنے کی توفیق ہورہی ہے نہ دو آنسو بارگاہ خداوندی میں بہانے کا موقع مل رہا ہے، باتیں، باتیں، اور بے کار باتیں ؎

مت ہنسو دیکھ کے تقدیر کو پلٹے کھاتے
دیر لگتی نہیں تقدیر کو پلٹے کھاتے

حالات فلسطین کے تأثر سے کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی ان حالات پر خامہ فرسائی کا یارا ہے مگر مرتب اشرف الجرائد کے اصرار پر قلم برداشتہ چند سطور سپرد قرطاس کردیا ہوں۔

آخر میں امت مسلمہ ہندیہ سے دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ اس بات پر سنجیدگی سے غور کریں کہ اگر اہل فلسطین جسمانی اور ماحولی مظالم سے جوج رہے ہیں تو آپ دینی وایمانی مظالم کے نشانے پر ہیں، آپ کے بچے ملک کے نئے نظام تعلیم کے تحت توحید سے دوری اور شرک سے قربت کے میدان میں قدم رکھنے جارہے ہیں، مرکزی سرکار نے بھارتیہ کلچر کے نام پر مشرکانہ کلچر سے نئے نظام ونصاب تعلیم کو رنگ دیا ہے، اگر فلسطین کے ماں باپ بچوں کو اسرائیلی میزائلز کے حملوں سے نہیں بچا سکے تو خیر وہ بچے جنت میں اپنے ماں باپ کے لئے بخشش کا انتظار کررہے ہیں، کچھ غم نہیں لیکن آپ کے بچے اگر عقیدۂ توحید سے دستبردار اور مشرک مزاج بن گئے تو وہ خود تو جہنم میں جائیں گے ہی آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کریں گے، پھر آپ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

کا مصداق بن جائیں گے خدارا اس صورتحال پر غور کرو اور نسل نو کو اسلامی تعلیمات اور ایمانی عقائد سے آراستہ کرنے کی فکریں کرو، غزہ کے بچوں کا ایمان ویقین اپنے بچوں میں پیدا کرو۔ جن کی ایک معصوم بچی پورے خاندان سے محروم ہوکر بھی یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھے ماں باپ اور بھائی بہنوں سے بچھڑ کر تنہا رہ جانے کا افسوس نہیں ہے مجھے تو القدس کی توہین کا غم ستا رہا ہے۔ ان بچوں کی عزیمت وغیرت کو سارے عالم کا سلام پہنچے!

دعائیں کیجئے اور اپنا فضول مال ان تک نہیں پہنچا سکتے تو ان کی طرف سے اور اُن کے لئے صدقہ کیجئے، کم از کم وہ مال رب کی معصیت ونافرمانی میں فراوانی کے ساتھ صرف نہ ہو۔ اللہ فلسطینیوں کا بھلا کرے۔ آمین

گوشہ سیرت

مجھے تمہارے بارے میں خوش حالی کا زیادہ خطرہ ہے

از: مرتب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے مجوسیوں سے مصالحت فرمائی تھی اور اُن پر جزیہ مقرر کیا تھا، اور وہاں کا امیر حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، ایک دفعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین سے جزیہ لانے کے لئے بھیجا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بحرین کا مال لے کر واپس آگئے، اہل مدینہ کو ان کی آمد کی اطلاع ہوگئی، چناں چہ بہت سے غریب انصاری صحابی مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں شریک ہوئے، (روزانہ وہ لوگ اپنے اپنے محلے کی مساجد میں نماز پڑھا کرتے تھے) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، اور مصلیوں کی طرف پلٹے، سب لوگ آپ کے سامنے سامنے آگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہیں دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا:

لگتا ہے تم لوگوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے کچھ نہ کچھ مال لے کر آئے ہیں، انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوش ہو جاؤ! تمہاری مراد پوری ہوئی، (تمہیں اپنا مقصود مل گیا)

(مگر سنو!) بہ خدا! مجھے تمہارے بارے میں تنگی اور فقر وفاقہ کا زیادہ خطرہ نہیں ہے، ہاں اس بات کا زیادہ خطرہ ہے کہ تمہیں دنیا میں خوش حالی وفراخی بہت حاصل ہوجائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو ایسی فراخی دے دی گئی تھی، اور پھر تم ایک دوسرے پر فخر کرنے لگو جیسا کہ اُن لوگوں نے کیا، (اور ایک دوسرے پر فخر وشیخی کی یہ بیماری) تمہیں ہلاک کردے جیسا کہ اُنہیں ہلاک کرچکی ہے۔ (بخاری: ۳۱۵۸)

فوائد: (۱) غریبوں اور محتاجوں کی حاجت براری کرنا اور اس پر خوش ہونا سنتِ نبوی ہے۔ (۲) عوام الناس کے مناسب حال خیر خواہی کرنا اور ان کو دنیوی واُخروی نفع ونقصان سے آگاہ کرنا سنت رسول ہے۔ (۳) حاجت مند لوگ اپنے افسروں اور امراء سے سوال کرسکتے ہیں اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ (۴) فقر واحتیاج سے زیادہ خوش عیشی وفارغ البالی خطرناک ہے، کیوں کہ وہ آپسی تفاخر، تحاسد وتباغض اور ہلاکت وبربادی کا پیش خیمہ ہے۔ (۵) پچھلے لوگوں کے احوال سے عبرت لینا اور اُن کے احوال ذکر کر کے اپنے ماتحتوں کو مضرات سے بچانا ضروری ہے؛ تاکہ وہ دنیا میں خلوص ومحبت، ہمدردی وخیر سگالی سے رہیں اور دائمی خسران سے بچ سکیں۔

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت سبیعہ غامدیہ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب: حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنوغامد کی ایک شریف خاتون تھیں، ان کے نام کے سلسلہ میں مؤرخین میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے ان کا نام ''سبیعیہ'' بتلایا ہے، جب کہ بعض نے ''أبیۃ'' کہا ہے۔ (تہذیب الأسماء واللغات: ۲/ ۳۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قبول اسلام: اسلام قبول کیا اور شرفِ صحابیت سے سرفراز ہوئیں۔

غلطی کا صدور: عظیم صحابیۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان سے ایک لغزش کا صدور ہوا، جنسی غلطی سرزد ہوئی، وہ اس فعل کی در پردہ مرتکب ہوئی تھیں، اگر وہ چاہتیں تو اس معاملہ کا علم نہیں ہونے دے سکتیں، لیکن وہ ایک سچی مومنہ تھیں، احساسِ گناہ نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا، وہ فوراً بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آکر عرض گذار ہوئیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے پاک کردیجئے، میں نے بدکاری کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واپس چلی جاؤ، استغفار کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو اور انابت اور توبہ کرو۔ ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہ طلب کئے، وہ عرض گذار ہوئیں، اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اس وقت دیکھنے والا کوئی نہ تھا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا ہوئے: جاؤ، استغفار کرو، شاید اللہ عزوجل تمہارے گناہ کو معاف کردیں۔

پھر وہ دوسرے دن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض گذار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ مجھے ایسے ہی واپس کرنا چاہتے ہیں، جس طرح آپ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو واپس کردیا تھا، خدا کی قسم مجھ سے زنا کا صدور ہوا ہے، جس کے نتیجے میں میں ایک بچے کی ماں بننے والی ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ: واپس جاؤ، وہ چلی گئیں، تیسرے دن پھر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں، پھر عرض گذار ہوئیں، اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر حد جاری کریں، میں خدا کے لئے اپنے گناہ سے پاک ہونا چاہتی ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واپس چلی جاؤ اور بچہ کے پیدا ہونے کا انتظار کرو۔

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

چنانچہ یہ صحابیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ نبوی سے واپس ہوئی، پھر بچے کو گود میں لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور درخواست کرنے لگیں کہ ان پر حد جاری کی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: دودھ پینے کی مدت کا انتظار کرو، جب بچہ دودھ چھوڑ دے تو میرے پاس آنا۔

چنانچہ جب بچے کی مدت رضاعت گذر گئی تو پھر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا "فلما فطمته جائت بالصبی و فی یده کسرة خبزة" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم الٰہی رجم "سنگسار" کرنے کا حکم جاری فرمایا اور اس بچہ کو ایک مسلمان شخص کے حوالہ کر دیا۔

(أسد الغابة، الغامدية: ۷/ ۴۲۵، دار الکتب العلمية، بيروت)

ایک روایت کے مطابق حضرت سبیعہ نومولود بچے کو لے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: کہ فی الحال ہم ان پر حد جاری نہیں کریں اور جب تک اس بچے کے دودھ پلانے کا کوئی نظم نہ ہو جائے اس وقت تک ان کو چھوڑے رکھیں گے، یہ سن کر ایک انصاری بزرگ شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے کی رضاعت کی ذمہ داری میرے ذمہ ہے، اس پر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حد کے جاری کرنے کا حکم فرمادیا۔" إذا لا نرجمها، وندع ولدها صغيرا، ليس له من ترضعه، فقام رجل من الأنصار، فقال: إلى رضاعه يانبى الله، فرجمها"

(معرفة الصحابة لأبي نعيم، ۱/ ۳۳۳۴، دار الوطن للنشر، الرياض)

چنانچہ لوگوں نے حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا پر پتھر برسانے شروع کئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی وہاں پر موجود تھے، انہوں نے ایک پتھر پھینکا جو حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کے سر پر پڑا اور خون کی چھینٹیں اڑ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پڑیں، حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے نہایت سخت جملہ اُن کی زبان سے نکل گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: خالد! زبان کو روک دو، خدا کی قسم! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ ظلم سے محصول وصول کرنے والا بھی اگر ایسی توبہ کرے تو بخش دیا جائے، اس کے بعد اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابیہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

"فسمع النبی ﷺ سبه إياها، فقال: مه! فو الذی نفس بیده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له"، فصلی عليها، و دفنت"

(أسد الغابة، الغامدية: ۷/ ۴۲۵، دار الکتب العلمية، بيروت)

گوشۂ خواتین

تعلیم نسواں کی ضرورت واہمیت

از: مفتی محمد تبریز عالم قاسمی*

انسان جب زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتا ہے تو واقعی وہ انسان ہوتا ہے، ہر زمانے میں تعلیم یافتہ حضرات کی قدر و قیمت رہی ہے؛ تعلیم کے بغیر ترقی وعروج کی خواہش، بے بنیاد خواہش ہے، انسان کی نافعیت کے لیے، دینی تعلیم، اسلامی تربیت، ایمانی شائستگی اور انسانی عادات وآداب کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی مچھلی کو پانی کی ضرورت ہے، تعلیم وہ نسخہ کیمیا ہے، جس سے مُردوں کی مسیحائی عمل میں آسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں دینی تعلیم کے حصول کی افادیت واہمیت کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

خداوندِ قدوس نے دنیا کو آباد رکھنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت حوا کو بھی پیدا فرمایا اور ان دونوں سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک تناسب سے مرد و خواتین کی تخلیق ہوتی رہی، مکلف بن جانے کے بعد دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ طے کر دی گئیں، مردوں کو بطورِ خاص خارجی معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا؛ جب کہ عورتوں کو اندرونِ خانہ معاملات کا ذمہ داری دی گئی، البتہ خالقِ کائنات نے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات ان سب کا مکلف جیسے مردوں کا بنایا ہے، ویسے ہی عورتوں کو بھی اس کا مخاطب بنایا ہے، اسی لیے علم کا حصول دونوں ہی صنفوں پر فرض کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ذرائعِ علم یعنی انسان کی ظاہری حواس، عقل وفہم اور دوسرے انسانوں سے استفادہ کی صلاحیت، دونوں کے لئے یکساں رکھے گئے۔

جہاں یہ ناقابلِ انکار امر ہے کہ مردوں کے لیے اتنا علم اور اتنی دینی تعلیم بے حد ضروری ہے، جن سے وہ دین پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوسکیں اور شریعت کے مطالبات کو روبہ عمل لاکر نگاہِ شریعت میں معتبر بن سکیں، وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ عورتوں کے لیے دینی تعلیم وتربیت سے آگاہ ہونا اور دینی تعلیم سے آراستہ ہونا بھی حیاتِ دنیویہ واُخرویہ کے لیے ناگزیر ہے، اور اسی دینی تعلیم وتربیت کو روبہ عمل لاکر کے ایک عام قومی بیداری اور اجتماعی شعور کو ترقی دینے کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے، چوں کہ عورت کئی اعتبار سے سماج کا ذمہ دار فرد ہے، کبھی ماں

* خادم التدریس دار العلوم حیدر آباد

کی شکل میں شجر سایہ دار؛ کبھی بیٹی کے روپ سراپا رحمت؛ کبھی بہن کی صورت میں پیکر محبت وعظمت، تو کبھی شریک حیات بن کر راحتِ جان ہوتی ہے، اس لیے اس کے حق میں دینی تعلیم وتربیت کی قیمت سونے چاندی سے بھی بڑھ جاتی ہے؛ چوں کہ اسلام سے قبل عورتوں کی تعلیم کی طرف بالکل توجہ نہیں دی جاتی تھی؛ اس لیے آپ نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے فضائل بیان فرمائے، چناں چہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنی بیٹی کی خوب اچھی طرح تعلیم وتربیت کرے اور اس پر دل کھول کر خرچ کرے تو (بیٹی) اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰۴۴۷)، امام بخاریؒ نے تعلیم نسواں کے سلسلے میں ایک پورا باب ہی قائم کیا ہے باب عظة الامام، النساء و تعلیمهنّ، حضور علیہ الصلاۃ والسلام جیسے صحابۂ کرامؓ کو پند ونصیحت کیا کرتے تھے ویسے ہی صحابیات کے درمیان بھی تبلیغ دین فرمایا کرتے تھے۔

ایک بیٹی، والدین کے لئے رحمت اسی وقت بن سکتی ہے، جب کہ اس کا قلب اسلامی تعلیمات کی روشنی سے منور ہو، وہ فاطمی کردار و گفتار کا پیکر ہو، ایک بیوی، مرد کے لیے روحِ حیات اور تسکینِ خاطر کا سبب اسی وقت بن سکتی ہے جب کہ اس کا دل سیرتِ خدیجہؓ سے سرشار ہو، ایک مشفق اور دردمند ماں، اسی وقت ثابت ہوسکتی ہے جب کہ اس کی گود بچے کے لیے پہلا اسلامی مکتب ثابت ہو، ایک بہن بھائیوں کی محبتوں کا مرکز وملجا اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ اس کے جذبات واحساسات، ویسے ہوجائیں، جیسے حضرت عائشہؓ کے جذبات اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد امت کے سامنے آئے۔

عصر حاضر اور ہماری کوتاہیاں

اسلامی زندگی کے سفر میں نام نہاد مغربی تعلیم وتہذیب کے دھوکہ دینے والے چراغ کافی نہیں ہیں؛ بلکہ اس سفر کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اسلامی تعلیمیات کے روشن ستاروں سے نسبت رکھنا بے حد ضروری ہے؛ لیکن آج دینی تعلیمات کے متعدد ذرائع کے موجود ہونے کے باوجود، دینی تعلیم سے بے رغبتی اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، جس مذہب نے دینی تعلیم کو تمام مردوں عورتوں کے لیے فرض قرار دیا ہو اور جس مذہب میں علم وحکمت سے پُر قرآن جیسی عظیم کتاب ہو اور جس مذہب کی شروعات ہی ”اقرأ“ یعنی تعلیم سے ہوتی ہو، اسی مذہب کے ماننے والے دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں اور اگر بات عورتوں کی مذہبی تعلیم کی، کی جائے (نہ کہ محض عصری ومغربی تعلیم کی) تو معاملہ حد سے تجاوز ہوتا ہوا نظر آتا ہے، کہتے ہیں کہ ماں کی گود بچوں کے لیے پہلا مکتب ہوتا ہے، اب اگر ماں ہی دینی تعلیم سے بیزار ہو تو اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ بچے پر کیا اثرات پڑیں گے،

آج خواتین کو قرآن وحدیث کے مطالعہ کی فرصت نہیں؛ نتیجتاً وہ اپنے بچوں کے لیے بھی اس حوالے سے متفکر نہیں ہوتیں، عورتوں کا بہت بڑا طبقہ ایسا ملے گا، جسے سیرتِ رسول ......کی موٹی موٹی باتیں معلوم نہیں، طہارت وعبادت بالخصوص نماز کی بجا آوری تو دور کی بات، ان کے مسائل سے تشویش ناک حد تک ناواقفیت ہے، حقوقِ والدین، حقوقِ زوج اور حقوق اقارب واعزہ سے غفلت روز افزوں ہے، نوبت بایں جارسید کہ اسلامی تعلیمات سے دوری نے مسلم خواتین کو یہ منفی سبق پڑھایا کہ پردہ، آزادیِ نسواں کے لیے سدِّ راہ ہے اور نام نہاد ترقی کا دشمن ہے اور اس کا چراغِ خانہ ہونا قدامت پسندی ہے، اسے جدیدیت کا لبادہ اوڑھ کر شمعِ محفل بن جانا چاہیے، دینی احکام اور اس کی مثالی تعلیمات سے لاعلمی نے ساس بہو کے جھگڑے پیدا کردیے، طلاق کی شرح میں اضافہ کردیا، بڑے بوڑھوں کی خدمت کو کارِ ثواب کے بجائے کارِ زحمت بنادیا، امورِ خانہ داری انجام دینے کے بجائے، آفس، ہوٹلوں اور ہسپتالوں میں (Reception) رسپشن کی زینت بنادیا، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے بدلے، لڑائی جھگڑے کے طور طریقے سکھلا دیے۔

الغرض اسلامی زندگی کے جس موڑ پر آپ اسلامی روح کو تڑپتے ہوئے دیکھیں گے، اس کا سبب دینی تعلیمات کا زندگی میں نہ ہونا پائیں گے، علامہ اقبالؒ نے کہا تھا "وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ" اس سے کیسا وجود مراد ہے، کیا اسلامی اور دینی تعلیمات کی روح سے یکسر خالی مغربی وجودِ زن؟ آج ہر طرف عصری اور مغربی علوم کا غلغلہ ہے، اسلام اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا؛ ہاں! مگر اتنی بات ضرور ہے کہ دینی تعلیم کو فراموش کر کے عصری تعلیم میں بالکلیہ لگ جانا، اسلام کو پسند نہیں، اسلام اسے قابلِ اصلاح سمجھتا ہے۔

آج دینی تعلیم کی ضرورت جتنی مردوں کو ہے، اس سے کہیں زیادہ عورتوں کو ہے، عورت کا قلب اگر دینی تعلیمات سے منور ہو تو اس چراغ سے کئی چراغ روشن ہوسکتے ہیں، وہ دیندار بیوی ثابت ہوسکتی ہے، وہ ہر دل عزیز بہو بن سکتی ہے اور نیک اور شفیق ساس ہوسکتی ہے، وہ اپنے بچوں کی معلم اوّل ہوسکتی ہے، وہ خاندانی نظام کو مربوط رکھ سکتی ہے، معاشی تنگی کو خوش حالی سے بدل کر معاشی نظام مضبوط کرسکتی ہے، وہ شوہر کے مرجھائے اور افسردہ چہرے پر گل افشانی کرسکتی ہے، میخانے کو مسجد اور بت خانے کو عبادت خانہ بناسکتی ہے، اولاد کو جذبۂ جہاد سے سرشار کرسکتی ہے؛ الغرض دینی تعلیم یافتہ عورت وہ سب کچھ بہت آسانی سے کرسکتی ہے جو اسلام چاہتا ہے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوجائے تو منفی نتیجہ کیسا خوف ناک ہوگا، اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں اور دینی تعلیم سے بے انتہاء غفلت عورت کو شیطان بنادیتا ہے۔

لائق توجہ پہلو

ضرورت اور وقت دونوں اس امر کے متقاضی ہیں کہ تعلیم نسواں کے حوالے سے مزید بیداری پیدا کی جائے اور اس کی جانب سنجیدگی سے توجہ دی جائے؛ لیکن اس سلسلے میں یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو تعلیم کے لیے محفوظ مقامات اور تعلیم گاہیں ہوں، عورتوں کی تعلیم کے لیے سب سے محفوظ اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک جگہ خود اس کا گھر ہے، گھر میں ایسا انتظام اگر مشکل ہو تو غیر اقامتی اسکول اور مدرسے ہیں، جہاں صرف لڑکیوں کو ہی تعلیم دی جاتی ہو اور تعلیم دینے والا تدریسی عملہ عورتوں پر ہی مشتمل ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام کی معروف ہستی اور متبحر عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی کتاب ''ہمارا تعلیمی نظام'' سے ایک اقتباس نقل کر کے مضمون ختم کیا جائے، لکھتے ہیں:

"تعلیم نسواں ایک مستقل چیز ہے اور مخلوط تعلیم ایک جداگانہ چیز ہے، ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط وہی بے دین اور بے حمیت یورپ زدہ لوگ کرتے ہیں جو فروغ تعلیم نسواں کی آڑ میں مخلوط تعلیم کو فروغ دینا اور عام کرنا چاہتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہ کر تعلیمِ نسواں کو زیادہ سے زیادہ عام کرنا چاہیے؛ تاکہ نئی نسل اعلیٰ اخلاق وکردار کی مالک بن سکے؛ مگر معاشی اعانت کے لیے عورتوں کی تعلیم کو ذریعہ بنانا غیر فطری بھی ہے اور غیر اسلامی بھی؛ اس لیے کہ قرآن حکیم بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت کی ذمہ داری شرعی فرائض ادا کرنے کے بعد تمام جائز اور مباح امور میں شوہر کی اطاعت کرنا، اس کی حوائج اور سامانِ راحت وآسائش کو مہیا کرنا ہے؛ تاکہ بچے اور شوہر تفریح کے لیے گھر سے باہر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں: لڑکیوں کا نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور معیارِ تعلیم مذکورہ بالا مقاصد کے تحت مرتب ومدون اور مردوں سے بالکل الگ اور جداگانہ ہونا چاہیے۔۔۔۔۔اگر تعلیم نسواں سے اس کے صحیح فوائد حاصل کرنے ہیں تو مخلوط تعلیم کو ختم کرنا قطعی لازم ہے؛ اس لیے کہ مخلوط تعلیم تو اسلامی روح کے بھی قطعی منافی ہے اور ذہنی وفکری آسودگی اور اخلاقی پاکیزگی کے لیے بھی سمِ قاتل ہے، اس کی اجازت کسی صورت میں بھی نہیں دی جاسکتی ہے۔"

(ہمارا تعلیمی نظام، ص: ۳۲)

اللہ ہمیں دینی تعلیم کے حصول کی توفیق دے اور ہمیں یہ سمجھنے کی بھی توفیق دے کہ ہماری اخروی ودنیوی؛ بلکہ اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی فلاح وبہبود کا راز اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے۔

تذکارِ صحابہؓ

حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت سالمؓ کا شمار اُن جلیل القدر اصحاب رسول میں ہوتا ہے جنہیں للہ رب العزت نے ''السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'' کے مبارک لقب سے یاد فرمایا اور اول وہلہ میں اپنی محبت ومعرفت کے نور سے آپ کے سینے کو منور فرمایا۔ مؤرخین کے مطابق پہلے پہل ایمان قبول کرنے والے نیک بختوں کی فہرست میں آپ کا شمار باونواں ہے۔ آپؓ قرآن مجید کے بہترین قاری اور پرسوز لب و لہجے میں حق تلاوت ادا کرنے والے صحابی تھے، آپ نے صفہ کے نمایاں طالب علم ہونے کی حیثیت سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن لطف وکرم سے وابستہ ہوکر قرآن کریم میں اس درجہ مہارت حاصل کی کہ دربارِ نبوت نے بہ طور خاص جن چار حضرات سے قرآن مجید پڑھنے اور اس کا علم حاصل کرنے کی ترغیب دی، ان میں حضرت سالمؓ کا نام بھی ذکر فرمایا۔

(بخاری، رقم ۳۸۰۶۔ مسلم، رقم ۶۴۲۰)

مختصر سوانحی خاکہ

حضرت سالمؓ کے والد معقل قدیم ایرانی شہر اصطخر کے رہنے والے تھے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ ابوحذیفہ بن عتبہ کے حلیف اور لے پالک تھے، اس لیے عرب کی روایت کے مطابق اُنہی سے منسوب کیے جاتے تھے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ وہ انصار اوس کی ایک خاتون ثبیتہ بنت یعار کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں: ثبیتہ بنت یعار ابوحذیفہ کی بیوی تھیں، انھوں نے نسبت موالات قائم کیے بغیر حضرت سالمؓ کو آزاد کیا اور کہا: تو جس کا چاہے، حلیف بن جا۔ تب ابوحذیفہ نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور اپنی بھانجی ہند بنت ولید بن عتبہ سے ان کی شادی کردی (بخاری، رقم ۵۰۸۸)۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ''لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے ہاں زیادہ قرین انصاف ہے۔ اور اگر تمھیں ان کے آباء کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفقاء ہیں'' (الاحزاب ۳۳: ۵) تو تمام متبنیٰ اپنے

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

باپوں کو لوٹا دیے گئے اور جس کے باپ کا علم نہ تھا، اسے اپنے مولیٰ (آزاد کرنے والے) کو دے دیا گیا۔ اسی طرح حضرت سالم ابن ابوحذیفہؓ کے بجائے حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ابوحذیفہ سے موالات رکھنے کی بنا پر اُنھیں مہاجر، اور اوس کی شاخ بنو عبید سے تعلق رکھنے والی خاتون ثبیتہ سے آزادی حاصل کرنے کی وجہ سے انصاری شمار کیا جاتا ہے، اس طرح آپ کی شخصیت میں دونوں نسبتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ ابن سعد نے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ حضرت سالمؓ کا نسب معلوم نہ تھا، اس لیے انھیں ''سالم، صالحین میں سے ایک'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ ابوعبداللہ حضرت سالمؓ کی کنیت تھی۔

بعض مناقب وفضائل:

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ حضرت سالمؓ صفہ کے ان مایہ ناز طلبہ میں تھے، جو دن میں اصحابِ صفہؓ کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم اور اس کے معانی وغیرہ حاصل کرتے اور رات کے وقت مسجد نبوی میں تہجد کی نماز میں مسحور کن آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہونچنے میں تاخیر ہوگئی۔ آپ ﷺ نے تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آج مسجد میں ایک شخص کی ایسی تلاوت سنی کہ اس جیسی مسحور کن اور پرسوز آواز میں آج تک کسی کی تلاوت نہیں سنی، یہ سن کر نبی اکرم ﷺ اٹھے، میں بھی آپ کے ساتھ اٹھی، آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر تلاوت کرنے والے کو دیکھا اور فرمایا تم جانتی ہو یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ سالم مولی ابوحذیفہ ہے۔ پھر فرمایا: الحمد لله الذي جعل في أمتي هذا ترجمہ: ''تمام تعریف اس پروردگار عالم کی ہے جس نے اس شخص کو میرا امتی بنایا۔ (ابن ماجہ، رقم ۱۳۳۸۔ احمد، رقم ۲۸۳۸۔ مستدرک حاکم، رقم ۵۰۰۱)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو جہاں قرآن کریم کے اندر بے پناہ کمال اور مہارت حاصل تھی، وہیں اللہ تعالیٰ سے حقیقی اور سچی محبت بھی تھی جس کی گواہی صادق ومصدوق ﷺ نے ان الفاظ سے دی ہے: ـــــ إن سالماً شدید الحب للہ عز و جل ـــــ کہ واقعی سالم کو اللہ رب العزت سے بے پناہ محبت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر میں سالم مولی ابوحذیفہؓ کو خلیفہ وقت بناتا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرتا کہ تم نے کیوں اسے خلیفہ بنایا؟ تو میں اللہ تعالیٰ سے یہی کہتا کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ قول: سالم اللہ پاک سے سچی اور حقیقی محبت کرنے والے ہیں۔

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار اہل مدینہ کو خطرہ پیش آیا تو میں حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ

کے پاس آیا۔ وہ تلوار کی پیٹی ٹانگوں کے گرد لپیٹ کر بیٹھے تھے۔ میں نے بھی تلوار سونت لی اور اس کا پرتلا ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگو! خطرات میں تمھاری جائے پناہ اللہ اور اس کے رسول ہونے چاہییے۔ پھر ارشاد کیا: تم نے ایسا کیوں نہیں کیا، جس طرح ان دو اہل ایمان نے کیا ہے (احمد، رقم ۱۷۷۳۷)

حضرت سالمؓ کی شہادت کے بعد خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ نے ان کا ترکہ حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوہ حضرت ثبیتہؓ کے پاس بھیجا تو انھوں نے کہا: میں نے سالمؓ کو موالات کی شرط عائد کیے بغیر اللہ کی خاطر آزاد کیا تھا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انھوں نے حضرت ثبیتہ کو ترکہ لینے کی بار دگر پیش کش کی۔ وہ نہ مانیں تو انھوں نے اسے بیت المال میں داخل کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق انھوں نے حضرت سالمؓ کی میراث بیچی تو دو سو درہم حاصل ہوئے، یہ رقم انھوں نے ان کی رضاعی والدہ کو سونپ دی اور کہا: اسے استعمال کر لیں۔

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت سے پہلے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: سالم (بہ فرض محال) اللہ سے ڈرنے والے نہ ہوتے تو بھی اس کی نافرمانی نہ کرتے، یعنی وہ اللہ کی اطاعت خوف سے نہیں، بلکہ تقاضائے محبت سے کرتے تھے (حلیۃ الاولیاء، رقم ۵۷۳)۔

ایک بار حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے افراد کو اپنی اپنی خواہشیں بیان کرنے کو کہا۔ ایک شخص نے اپنی تمنا یوں بیان کی: میرا دل چاہتا ہے کہ یہ حویلی درہموں سے لبریز ہو اور میں وہ سب راہ خدا میں انفاق کر دوں۔ دوسرے نے کہا: میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہو اور میں سارا سونا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ تیسرے کا کہنا تھا: میری آرزو ہے کہ یہ گھر زمرد اور جواہرات سے پر ہو اور میں انھیں اللہ کی خاطر لٹا دوں۔ حضرت عمر نے پھر کہا: اپنی تمنائیں بیان کرو۔ صحابہ نے کہا: امیر المومنین، ہماری سمجھ میں اور کچھ نہیں آتا۔ تب حضرت عمر نے کہا: میری خواہش تو یہ ہے کہ اس مکان میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگ رونق افروز ہوتے اور میں ان سب کو اللہ کی راہ میں عامل مقرر کر دیتا۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۰۰۵۔ التاریخ الصغیر، امام بخاری ۳۱)

ہجرتِ مدینہ اور غزوات میں شرکت:

مکہ کے اہل ایمان نے بارہ برس کی ابتلاؤں سے بھرپور زندگی گزار لی تو مدینہ کے **السابقون الاولون** نصرت اسلام کے لیے آگے بڑھے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت سالم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے ہی مدینہ منتقل ہو گئے۔ غالب امکان ہے کہ وہ اور ان کے آقا ابوحذیفہ بن عتبہؓ ان بیس اصحاب میں شامل تھے جنھوں نے حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر ہجرت کیا۔ یہ دونوں حضرت سلمہؓ کے مہمان ہوئے۔ حضرت سالمؓ کو سب سے زیادہ قرآن مجید حفظ تھا اور اس کی قراءت بھی عمدگی سے کرتے تھے، اس لیے مکہ سے مہاجرین کی امامت کرتے مدینہ آئے، قبا کے قریب عصبہ کے مقام پر ٹھہرے اور یہاں بھی نو واردان مدینہ کو نماز پڑھاتے رہے۔ تب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف نہ لائے تھے۔ حضرت عمر، حضرت ابوسلمہ، حضرت زید اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم ان کے مقتدیوں میں شامل ہوتے۔ (بخاری، رقم ۶۹۲، ۷۱۷۵)۔ حضرت ابوبکرؓ قبا پہنچے تو وہ بھی حضرت سالمؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ حضرت معاذ بن ماعصؓ کے مہاجر بھائی ٹھہرے۔ مواخات کے نئے بندھن میں بندھنے والے پینتالیس مہاجرین کو پینتالیس انصار کے ساتھ بھائی چارے اور وراثت کا حق حاصل ہوا؛ مگر جنگ بدر کے موقع پر حکم ربانی ''وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ'' رحم کا رشتہ رکھنے والے اللہ کے حکم میں ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھتے ہیں'' (الانفال ۸:۷۵) نازل ہوا تو میراث میں مواخات منسوخ ہوگئی۔

حضرت سالمؓ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ غزوۂ احد میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا، آپ کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا، جو خود آپ نے پہن رکھا تھا، بدبخت ابن قمہ کے وار سے اس کے کڑے آپ کے رخسار میں دھنس گئے اور پیشانی مبارک پر بھی زخم آیا۔ آپ اس گڑھے میں گر گئے جو ایک دوسرے مشرک ابوعامر نے کھود رکھا تھا اور بے ہوش ہو گئے۔ قتادہ کی روایت ہے کہ ایسے میں حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ آئے، آپ کو بٹھایا اور روئے مبارک سے خون پونچھا۔ آپ ہوش میں آئے تو فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا، حالاں کہ وہ اسے اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔ (جامع البیان، طبری ۴/۸۶)

فتح مکہ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلۂ بنوجذیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ بنوخزیمہ کے لوگوں نے ہتھیار اٹھائے تو حضرت خالد نے کہا: لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، اب اسلحہ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک شخص جحدم نے کہا: میں ہرگز ہتھیار نہ ڈالوں گا۔ یہ خالد ہے، ہتھیار پھینکنے کے بعد قید کر لیتا ہے اور پھر گردن اڑا دیتا ہے۔ قبیلہ کے لوگوں نے اس سے اتفاق نہ کیا، ڈانٹ ڈپٹ کر اس سے اسلحہ چھینا اور خود بھی ہتھیار ڈال دیے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے واقعی قتل و غارت شروع کر دی اور مارنے کے علاوہ کئی لوگوں کو مشکیں کس کر قید کر لیا، اگلی صبح انھوں نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ حضرت

عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ نے اپنے اپنے قیدی کو آزاد کر دیا اور کہا: ہم اپنے قیدیوں کو قتل نہ کریں گے۔ پھر یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سارا معاملہ بتایا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا کسی نے ان کو منع بھی کیا تھا؟ لوگوں نے بتایا: ہاں، سنہری (سفید) رنگ کے ایک میانہ قد شخص نے اور ایک لمبے سرخ رو آدمی نے حضرت خالد کو روکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یا رسول اللہ، میں ان دونوں کو جانتا ہوں۔ ایک میرا بیٹا عبداللہ ہے اور دوسرے سالم مولیٰ ابو حذیفہ ہیں۔ حضرت خالدؓ نے ایک کو ڈانٹ پلا کر بٹھا دیا اور دوسرے کے ساتھ سخت بحث کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بلند کر کے دو بار اظہار براءت کیا: اے اللہ! میں خالد کی کارروائی سے بری الذمہ ہوں (بخاری، رقم ۴۳۳۹۔ احمد، رقم ۶۳۸۲)۔ آپ جنگ حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؓ کو مال مویشی اور نقدی دے کر فرمایا: جاؤ، ان کا معاملہ دیکھو اور جاہلی رسوم پامال کر دو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے مقتولین کی دیتیں ادا کیں، ان کا پائی پائی کا نقصان پورا کرنے کے بعد بچا ہوا مال بھی ان کے حوالے کر دیا۔

شہادت:

۱۱ھ میں جنگ یمامہ ہوئی۔ انصار کا علم ثابت بن قیسؓ اٹھائے ہوئے تھے، جبکہ مہاجرین کا پرچم حضرت زید بن خطابؓ کے پاس تھا۔ حضرت زید کی شہادت کے بعد یہ حضرت سالمؓ کے پاس آ گیا۔ انھوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم، پرچم مجھے کیوں تھمایا گیا ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ قرآن کے عالم ہیں۔ اسی طرح ثابت قدم رہیں گے، جس طرح آپ کے پیش رو حضرت زید بن خطابؓ اپنی شہادت تک رہے۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کی جانب سے ہم پر حملہ کر دیا جائے گا۔ جواب دیا: میں قرآن مجید کا برا حامل ہوں گا اگر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ دوران جنگ حضرت سالم کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انھوں نے پرچم بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے بازوؤں کی مدد سے گلے سے لگا لیا اور 'وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'، ''محمد تو بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں'' (آل عمران ۳:۱۴۴) اور ''وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ''، ''اور بہت سے نبی ہیں جن کے ساتھ مل کر خدا ترس علما کے ایک بڑے گروہ نے قتال کیا'' (آل عمران ۳:۱۴۶) کا ورد کرنے لگے، پھر اسی حالت میں گر کر شہید ہو گئے۔ جان نکلنے سے پہلے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: ابو حذیفہ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے بتایا: وہ شہید ہو گئے۔ پھر ایک اور صحابی کے بارے میں پوچھا: ان کی بھی شہادت ہو چکی تھی۔ حضرت سالمؓ نے کہا: مجھے ان دونوں کے درمیان میں لٹا دو! چناں چہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ حضرت زید بن ثابتؓ بتاتے ہیں کہ حضرت سالمؓ کی شہادت کے بعد لوگ کہتے تھے کہ ربع قرآن رخصت ہو گیا۔

لمحاتِ فکریہ

مسجد اقصیٰ کی حفاظت اور ہماری ذمہ داری

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم *

فلسطین، مسجد اقصیٰ اور سرزمین قدس کے ساتھ مسلمانوں کا جو ایمانی وجذباتی تعلق ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ اس کو فراموش کر دیا جائے۔ مسجد اقصیٰ کے سلسلہ میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مستقل آیتیں نازل فرمائی ہیں: سُبْحَانَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الذی بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الاسراء:1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے نیز مسجد اقصیٰ کے ماحول اور اردگرد کی زمین کے مبارک ہونے کا تذکرہ ہے۔ آیت کا اصل مقصد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ اسراء اور سفرِ معراج کو بیان فرمانا ہے؛ لیکن اسی کے ضمن میں اگلی آیات کے اندر یہودیوں اور بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی داستانیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔

فلسطین ایک تاریخی مطالعہ

تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ مسجد اقصیٰ کے ساتھ کئی اہم واقعات مربوط ہیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ معراج کی پہلی منزل ہے، معراج کے موقع پر مکہ مکرمہ سے آپ مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے پھر وہاں سے آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی، واپسی میں بھی آپ مسجد اقصیٰ تشریف لائے پھر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے، مکہ سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اسراء اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کے سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔ اسی سفر میں مسلمانوں کو پانچ وقت کی نماز کا تحفہ ملا، اسی سفر سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کے پاس تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت فرمائی۔ مسجد اقصیٰ سے تعلق کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اول رہا، ہجرت مدینہ طیبہ کے بعد سولہ یا سترہ مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف رخ

* مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

کر کے نماز ادا فرمائی، پھر تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد خانۂ کعبہ کی طرف آپ نے رخ فرمایا جس کا تذکرہ دوسرے پارے کی ابتدائی آیات میں موجود ہے: سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (البقرۃ:142) ترجمہ: بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے، کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس میں " قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا " سے مراد مسجد اقصیٰ ہے۔

مسجد اقصیٰ اور سرزمین فلسطین متعدد انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی قیام گاہ اور ان کا مدفن رہ چکی ہے، اس مسجد کی پہلی تعمیر تو فرشتوں کے ذریعہ ہوئی، جب کہ دوسری تعمیر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذریعہ ہوئی ہے اس لئے مسلمانوں کا جو تعلق سرزمین فلسطین سے، وہاں کے باشندوں سے اور مسجد اقصیٰ سے ہے وہ انتہائی جذباتی قسم کا گہرا قلبی تعلق ہے، آج یورپ کی سازش کی بناء پر عین قلب عرب کے اندر جو اسرائیل کی شکل میں خنجر گھونپا گیا ہے اس کی ٹیس اس وقت سے لے کر آج تک پورا عالم اسلام محسوس کر رہا ہے۔ چونکہ یہ ایک سازشی عمل تھا اس لیے مسلسل ہر مغربی ملک کی جانب سے اس کی پشت پناہی کی جارہی ہے، اور نام نہاد ملک اسرائیل اپنے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اپنے قدم آگے بڑھا رہا ہے؛ بلکہ فلسطین کے جو اصل باشندے ہیں ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

اہل فلسطین کی جرئت وعزیمت کو سلام

ابھی دو ہفتوں کے اندر جو تازہ حادثات پیش آئے ہیں کہ فلسطین کے باشندوں پر ظلم ڈھایا گیا، انہیں مارا پیٹا گیا اور اس کے بعد ان کی طرف سے جو معمولی سی مزاحمت ہوئی اس کو بہانہ بنا کر غزہ کے علاقے میں بمباری کی گئی جس میں ہزاروں فلسطینی شہید اور زخمی ہوئے، بچے اور عورتیں تک ماری گئیں؛ لیکن شاباشی کے قابل ہیں وہ نہتے مجاہدین جنھوں نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود بھرپور انداز میں مزاحمت کی، ان شاء اللہ اسرائیل جیسے نومولود، متکبر اور سرکش ملک کو گھٹنے ٹیکنا پڑے گا اور وہ جنگ بندی کے لیے مجبور ہوگا۔

ہم کیا کریں؟

بہر حال اس وقت ہمارے کرنے کے کئی کام ہیں۔ پہلا کام تو یہ ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان فلسطین کے نہتے مسلمانوں کے ساتھ اپنی ہم آہنگی اور تعاون کا اظہار کریں؛ تاکہ انہیں یہ محسوس ہو کہ اس مسئلہ میں ہم اکیلے نہیں ہے؛ بل کہ پورا عالم اسلام ہمارے ساتھ ہے۔

آج کی دنیا رائے عامہ کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی عادی ہے؛ اس لیے تمام دنیا کے مسلمان اور خاص طور سے برصغیر اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمان فلسطین اور اہل فلسطین کی حمایت میں اپنی آواز کو بلند کریں اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کریں۔ وہ مغربی ممالک وہ UNO وہ سلامتی کونسل جو اپنے من مانے مقاصد کے لیے خود ساختہ مسائل کے لیے امن وآشتی کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، وہاں کے لوگوں پر اپنے فیصلے مسلط کردیتے ہیں، ان کی نگاہوں کے سامنے فلسطینی مسلمانوں اور وہاں کے باشندوں پر ظلم ہورہا ہے؛ لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی؛ اس لیے ضروری ہے کہ فلسطین اور باشندگان فلسطین کے حق میں اس زور وشور کے ساتھ آواز بلند کی جائے کہ سلامتی کونسل فلسطین کے مسئلے میں حق وانصاف کا فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں، فلسطینیوں کو ان کا حق دلایا جائے، ان کی جو زمینیں چھین لی گئی ہیں، وہ انہیں واپس کی جائیں نیز اسرائیل اور اس کے آقاؤں کی طرف سے جو اقدامات ہورہے ہیں ان پر بندش قائم کی جائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہم سب کے سب مل کر بارگاہ الٰہی میں دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ قدس کے باشندوں کی حفاظت فرمائے، انہیں ان کا چھینا ہوا وقار واپس دلائے، مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کے نرغے سے نکلنے کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین

قابل توجہ پہلو

اس موقع پر ایک بات خاص طور سے توجہ کے قابل ہے کہ بیت المقدس کے علاقے میں ایک تو قبۂ صخرہ ہے اور ایک مسجد اقصیٰ ہے۔ عام طور سے مسجد اقصیٰ کے نام پر جو تصویر دکھلائی جاتی ہے جس کا سنہرا گنبد ہے، وہ حقیقت میں مسجد اقصیٰ نہیں ہے؛ بلکہ وہ قبۂ صخرہ ہے مسجد اقصیٰ اس سے الگ عمارت ہے اور اسرائیل اور صیہونی خاص طور سے مسلسل کوشش کررہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کے اردگرد کھدائی کرکے، اس عمارت کو کمزور کردیں تاکہ وہ عمارت منہدم ہوجائے یہ ایک سازش ہے کہ دنیا کے سامنے مسجد اقصیٰ کا اصلی نقشہ پیش کرنے کے بجائے قبۂ صخرہ کو مسجد اقصیٰ کے نام پر دکھلایا جاتا ہے تاکہ خدانخواستہ خدانخواستہ اگر کسی وقت یہ اسرائیلی اور صیہونی اپنی ناپاک مقصد کے اندر کامیاب ہوجائیں اور مسجد اقصیٰ کو نقصان پہونچا بیٹھیں تو اس وقت دنیا کے واویلا کرنے پر یہ قبۂ صخرہ کو سامنے لاکر دکھلادیں کہ نہیں مسجد اقصیٰ محفوظ ہے؛ اس لیے ان دونوں کے فرق کو جاننا چاہیے اور مسجد اقصیٰ کی تاریخ سے لوگوں کو واقفیت کرانی چاہیے۔

مشکل یہ ہے کہ ہم اپنی تاریخ سے بھی واقف نہیں ہیں؛ اس لئے یہ بھی ایک ضرورت ہے کہ عالم اسلام کی عمومی تاریخ سے اور خاص کر وہ مقامات اور علاقے کہ جن سے اہم واقعات متعلق ہیں پوری ملت کو اور خاص طور سے آنے والی نئی نسلوں کو واقف کرایا جائے۔ (بقیہ صفحہ ۶ پر)

لمحاتِ فکریہ

غزہ پر اسرائیلی جارحیت اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

از: مولانا سید احمد ومیض ندویؔ *

اس وقت فلسطین کی غزہ پٹی پر اسرائیل جس قسم کی وحشیانہ بم باری کر رہا ہے، اسے تاریخ انسانی کی بدترین جارحیت قرار دیا جا رہا ہے، اسرائیل پر کچھ اس قسم کا جنگی جنون سوار ہے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لا رہا ہے اس کے ظالمانہ اور غیر انسانی اقدامات پر ساری دنیا انگشت بہ دنداں ہے، غزہ کے بائیس لاکھ بے قصور عوام پر قیامت ٹوٹ رہی ہے، ہر طرف انسانی نعشوں کا دل دہلانے والا منظر ہے، اسرائیل کے تابڑ توڑ حملوں میں تا حال ساڑھے تین ہزار سے زائد فلسطینی مسلمان جام شہادت نوش کر چکے ہیں، اور دیگر لاکھوں فلسطینیوں کے بے گھر ہونے کی اطلاعات ہیں، مسلسل فضائی حملوں کے نتیجے میں غزہ شہر خاموشاں کا منظر پیش کر رہا ہے، غزہ کی سرحدوں پر اسرائیل کے دو لاکھ فوجی زمینی حملہ کے لئے پر تول رہے ہیں، جب کہ دیگر ایک لاکھ سے زائد ریزرو فوجیوں کو اسرائیل بھر میں پھیلا دیا گیا ہے، فلسطین میں ہر طرف آہ و فغاں اور زخمیوں کی چیخیں گونج رہی ہیں، ہر طرف قیامتِ صغریٰ برپا ہے، اسرائیل جنون کی حد تک غزہ پر آتش و آہن کی بارش کر رہا ہے، گذشتہ دنوں غزہ کے ایک ہسپتال پر اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں پانچ سو سے زائد فلسطینی جاں بحق ہو چکے ہیں، اسرائیل کی اس کارروائی نے ساری دنیا کے ہوش اڑا دیے ہیں، ادھر امریکہ لڑاکا طیاروں اور مہلک ہتھیاروں سے لیس بحری بیڑے کو اسرائیلی ساحل پر پہنچا چکا ہے، اس وقت ہزاروں فلسطینی زخموں سے چور ہیں، اسرائیل کی وحشیانہ بم باری کا سلسلہ بلا توقف جاری ہے، اسرائیل کا کہنا ہے کہ وہ غزہ کو پورے طور پر تباہ کر کے ہی دم لے گا، صہیونی وزیر نے غزہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی قسم کھالی ہے، صہیونی وزیر دفاع کا کہنا ہے کہ اب لوگ پرانے غزہ کو دیکھنے کے لئے ترس جائیں گے، اسرائیل نے ۲۳ لاکھ غزہ کے شہریوں کے لئے مصر سے اپیل کی ہے کہ وہ ان کے لئے اس کے ملک کی سرحدیں کھول دیں، اور انھیں صحرائے سینا میں بسانے کا نظم کریں، یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب حماس کے جیالے غیر متوقع طور پر بری بحری اور فضائی راستوں سے اسرائیل پر ٹوٹ پڑے حماس کا حالیہ حملہ اسرائیل تاریخ کا بدترین حملہ قرار دیا جا رہا ہے حماس کے حملوں میں پہلی بار اسرائیل کا زبردست جانی

* استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

نقصان ہوا ہے ایک ہزار سے زائد اسرائیلی واصلِ جہنم ہو چکے ہیں جبکہ کئی سو حماس کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے ہیں، اس جنگ کے حوالے سے میڈیا پر مختلف تبصرے سامنے آرہے ہیں، میڈیا میں کچھ افراد کا کہنا ہے کہ اسرائیل پر حملہ کر کے حماس نے بہت بڑی غلطی کی ہے اب اسرائیل حماس سمیت پورے غزہ کو مٹا کر رکھ دے گا، یہ وہ لوگ ہیں جن کی نگاہ ظاہری اسباب میں اٹک کر رہ جاتی ہے وہ خدا کے غیبی نظام سے اکثر بے خبر رہتے ہیں جبکہ خدا کا غیبی نظام لوگوں کی نگاہوں سے ہٹ کر اپنا کام کر رہا ہوتا ہے، وَ مَكَرُوْا مَكْرَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ، دنیا میں خدا کی مرضی کے بغیر کوئی پتہ بھی حرکت نہیں کرتا، یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا انجام انشاء اللہ بہتر اور اہلِ حق کے حق میں ہوگا، ویسے اسرائیل اس سے پہلے بارہا غزہ پر کارپیٹ بمباری کر چکا ہے، غزہ شہر کئی مرتبہ اُجڑ کر آباد ہوتا رہا ہے لیکن اس مرتبہ صورتحال بالکل مختلف ہے سلام ہو حماس کے ان جیالوں پر اور ان ماؤں پر جنھوں نے ایسے جیالوں کو جنم دیا ہے، پہلا موقع ہے جب حماس نے اسرائیل پر کاری ضرب لگائی ہے اسرائیل جسے اپنے انٹلی جنس ایجنسیوں پر ناز تھا جس کی خفیہ ایجنسیاں دنیا کی نمبر ایک مانی جاتی تھی سب فیل ہو گئیں، حماس نے اپنی حالیہ کارروائیوں سے یہ ثابت کر دیا کہ ظالم چاہے کتنا ہی طاقتور ہو اس پر کاری ضرب لگائی جاسکتی ہے حماس کی حالیہ کاروائی سے دنیا بھر کے مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کے حوصلہ بلند ہوئے ہیں، حماس نے یہ ثابت کر دیا کہ جو قومیں مرنے کے لیے تیار رہتی ہیں انہیں کوئی طاقت زیر نہیں کر سکتی، مسلمانانِ عالم کو موجودہ صورتحال پر اس لیے مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ تاریخ کی کسی بھی جنگ میں ایمان والے جیالوں نے اسلحہ اور تعداد پر انحصار نہیں کیا، اقبال کی زبان میں حماس مومن ہو تو بے تیغ ہی لڑتا ہے سپاہی کا مصداق ہے اسلامی تاریخ میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں جہاں تعداد کی کمی کے باوجود مسلمان دشمن پر غالب رہے، بدر میں صرف ۳۱۳ مسلمان ہزار سے زائد کفر کے سرغنوں پر فتح یاب ہوئے احزاب کا معرکہ ہمارے سامنے ہے جبکہ مکہ اور اطراف کے تمام قبائل نے مل کر مدینہ منورہ پر یلغار کی تھی؛ لیکن مسلمانوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے، صلیبی جنگوں کی تاریخ سے کون ناواقف ہے، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبیوں کے چھکے چھڑا دیے۔

اس وقت مسلمانوں کا ایک طبقہ ملت اسلامیہ کی صفوں میں مایوسی پھیلا رہا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ حماس نے پہل کر کے بہت بڑی غلطی کی یہ قنوتی طبقہ ہمیشہ پس ہمتی کی بات کرتا ہے، اسے جان لینا چاہیے کہ موجودہ صورتحال بالکل مختلف ہے، امریکہ نے اسرائیل کو اسلحہ سے بھرپور شپ روانہ کیا ہے؛ لیکن وہ براہ راست جنگ میں کودنے کی حماقت ہرگز نہیں کرے گا اس لیے کہ اسے افغانستان میں طالبان کے ساتھ تلخ تجربہ ہو چکا ہے کسی ملک کی تربیت یافتہ فوج سے لڑنا آسان ہے لیکن گوریلا جنگ میں کامیابی حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا افغانستان

میں بمباری کر کے امریکہ تھک چکا ہے آخر اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ افغانستان سے بوریا بستر لپیٹ لیا جائے، طالبان سے لڑتے لڑتے امریکی افواج ڈپریشن کا شکار ہو کر خودکشی کرنے لگی، یوکرین کی مدد میں سب کچھ جھونکنے کے بعد اب فلسطین کا محاذ کھولنا اتنا آسان نہیں ہے علاوہ ازیں اس وقت کئی ممالک حماس کی تائید میں ہیں بعض ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ روس کے صدر پوتن نے امریکہ کو وارننگ دی ہے کہ فلسطین میں دخل اندازی کی غلطی نہ کرے ورنہ روس بھی میدان میں کود پڑے گا ادھر ایران، عراق یمن، لبنان، شام بھی حماس کی پشت پناہی کر رہے ہیں، لبنان اور حزب اللہ نے باقاعدہ اسرائیل پر حملے شروع کر دیے ہیں، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مختلف پڑوسی ممالک میں موجود عسکریت پسند تنظیمیں بھی تاک میں ہیں اسرائیل اپنے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے جبکہ اس کے حمایتی ممالک اس سے ہزارہا ہزار میل دور ہیں، علاوہ ازیں اس وقت حماس تنہا نہیں ہے حماس کے حالیہ اقدام کو گودی میڈیا کے اینکرس دہشت گردی قرار دے رہے ہیں اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں وہ تنخواہ یاب زرخرید غلام ہیں انہیں وہی کچھ کہنا پڑتا ہے جس کا اشارہ ملتا ہے اسرائیل جیسے دہشت گرد کی تائید کرنے والے یہ اینکرز چین کے بارڈر پر کیوں نہیں جاتے جہاں اس نے ہماری ہزارہا ہزار کلومیٹرز مین غصب کر لی ہے اور مسلسل زور دکھاتا رہتا ہے اسرائیل سے ہمدردی جتانے والے اندھ بھکت جو حالیہ جنگ میں فلسطین جا کر اسرائیل کے لیے لڑنے کی بات کر رہے ہیں اگر وہ واقعی بہادر اور جانباز ہیں تو چین کی سرحد پر چینی فوج سے لڑنے کی ہمت کیوں نہیں کرتے جس نے ہماری زمین ہڑپ لی ہے چینی سرحد کو چھوڑیے وہ تو وہ منی پور کیوں نہ گئے جہاں کئی مہینوں تک آگ وخون کا کھیل کھیلا جاتا رہا اور ملک کی بیٹیوں کو برہنہ کر کے ان کی پریڈ کروائی گئی۔

غزہ پر حالیہ اسرائیلی جارحیت کے تناظر میں مسلمانان عالم کو چند باتوں پر خصوصی توجہ دینا ضروری ہے:

(۱) ہمیں اس حقیقت کو کسی صورت فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ پوری دنیا کے مسلمان چاہے وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہتے ہوں سب کے سب جسد واحد کی طرح ہے جس طرح جسم کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم اس کا درد محسوس کرتا ہے اسی طرح دنیا کے کسی بھی خطے کے مسلمان پر ظلم ہو تو اس سے سارے مسلمان بے چین ہوں اخوت اسلامی کا تقاضہ ہے کہ غزہ پر ہونے والے ظلم سے ہماری رات کی نیندیں اڑ جائیں اور دن کا چین ختم ہو جائے اگر ہم اس کیفیت سے خالی ہیں تو نہ صرف ہم مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں بلکہ ہم انسانیت سے بھی محروم ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: من لم یھتم بامر المسلمین فلیس منا جو مسلمانوں کے امور سے دلچسپی نہ لے وہ ہم میں سے نہیں، اس لیے فلسطین کی موجودہ صورتحال پر دنیا کے ہر مسلمان کو فکر مند ہونا چاہیے۔

(۲) یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مسئلۂ فلسطین صرف اہل فلسطین یا عربوں کا مسئلہ نہیں ہے یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اس لیے کہ اسرائیل بیت المقدس اور قبلہ اول پر قابض ہے، مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر اسرائیل کا خواب ہے؛ بلکہ وہ دریائے نیل سے دریائے فرات تک گریٹر اسرائیل کا منصوبہ رکھتا ہے، ایسے میں اس مسئلہ کو صرف عربوں کا مسئلہ خیال کر کے دیگر مسلمانوں کا اس سے دامن جھاڑ لینا بہت بڑی نادانی ہوگی۔

(۳) ہم ہندوستان میں رہ کر اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کے لیے دعاؤں کا اہتمام کر سکتے ہیں، ملت کے ہر فرد کو فرض نمازوں کے بعد اور رات کو تہجد میں غزہ پر ہونے والے مظالم کے تعلق سے خوب دعائیں کرنا چاہیے، اس کے لیے صدقہ خیرات کی کثرت کریں ممکن ہو تو مساجد میں انفرادی طور پر اعتکاف کر کے حالت اعتکاف میں دعا کریں، نیز روزوں کا اہتمام کر کے دعائیں کی جائیں تو اس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، خدا تعالیٰ کی غیبی مدد آجائے تو حالات بدلنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگے گی، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں، اس کی قدرت کے آگے بندوں کی ساری تدابیر ہیچ ہیں، اس لیے ہمیں خدا تعالیٰ کی غیبی مدد کے لیے دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

(۴) ہم اپنے نوجوانوں اور نئی نسل کو مسئلۂ فلسطین اور مسجد اقصیٰ کے تعلق سے آگاہ کریں، نئی نسل مسجد اقصیٰ اور مسئلۂ فلسطین سے بالکل ناواقف ہے، اکثر مسلم نوجوانوں کو پتہ تک نہیں کہ مسجد اقصیٰ سے مسلمانوں کا کیا رشتہ ہے، اور قبلہ اول کی بازیابی مسلمانوں کا فریضہ ہے، بہت سے مسلمان خود قبۃ الصخرۃ کو مسجد اقصیٰ سمجھتے ہیں اب تک صہیونی دشمن مسجد اقصیٰ کی کس قدر بے حرمتی کر چکا ہے، اور مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لیے اقصیٰ کے اطراف کس قدر کھدائیاں کر رہا ہے، اقصیٰ کے تعلق سے صہیونیوں کے ناپاک عزائم کیا ہیں، ان سب باتوں کی جانکاری ضروری ہے، اس کے لیے مسلمان نوجوانوں اور نئی نسل کے درمیان مسجد اقصیٰ سے متعلق لیکچرز کا اہتمام ضروری ہے۔

(۵) اس وقت اسرائیل اور اس کے پشت پناہوں کی جانب سے حماس کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، جو سراسر بے بنیاد ہے سارے ملک کا گودی میڈیا یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس جنگ میں اصل قصوروار حماس ہے، اور حماس کو دہشت گرد تنظیم قرار دے رہا ہے، نیز یہ بھی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ حماس عام شہریوں پر ظلم ڈھا رہا ہے، ہمیں برادران وطن اور عام لوگوں کو حقائق سے باخبر کرنا چاہیے، حماس اپنی سرزمین سے اسرائیل کا ناجائز قبضہ ختم کرنے کی جنگ لڑ رہا ہے، اسرائیل فلسطین پر ایک ناجائز ریاست ہے جسے بڑی

طاقتوں نے فلسطین میں بسایا ہے ۱۹۴۸ سے پہلے اسرائیل نام کی کوئی ریاست دنیا کے نقشے پر نہ تھی، یہ تاریخ ہے ملک کی آزادی کے لیے لڑنا اگر دہشت گردی ہے تو پھر آزادی ہند کے لیے جن بہادروں نے جان کا نذرانہ پیش کیا وہ بھی دہشت گرد کہلائیں گے درحقیقت یہ سراسر پروپیگنڈا ہے کہ حماس کے کارکنوں نے عام شہریوں پر حملہ کیا ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے فلسطین سے باقاعدہ ویڈیوز آرہے ہیں جن میں اسرائیلی خواتین اور بچوں اور بوڑھوں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا جارہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ میں معذوروں عورتوں اور بچوں پر ہتھیار اٹھانے سے منع کیا ہے البتہ غزہ پر اسرائیل جو وحشیانہ بمباری کررہا ہے اس میں سینکڑوں غزہ کے بے قصور شہری معصوم، بچے اور خواتین اور بوڑھے مارے جارہے ہیں جو بین الاقوامی جنگی قوانین کے سراسر خلاف ہے۔

(۶) ہندوستان روز اول سے فلسطین کا حمایتی رہا ہے مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو سے لے کر اٹل بہاری واجپائی تک سارے قائدین فلسطین کے حامی رہے ہیں، ہمارا ملک ہمیشہ مظلوموں کے ساتھ کھڑا رہا ہے لیکن موجودہ حکمران طبقہ اسرائیل کی پشت پناہی کررہا ہے، ملک کے مسلمان ہی نہیں تمام انصاف پسند باشندوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس حوالے سے حکومت سے نمائندگی کریں، اورارباب اقتدار کو اس بات کا قائل کرائیں کہ اسرائیل ظالم ہے، اور ظالم کا ساتھ دینا دراصل ظلم کو فروغ دینا ہے، وزیراعظم نے جنگ کے آغاز کے ساتھ اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہونے کی بات کہی تھی لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وزارت خارجہ کی جانب سے اس بات کی صراحت کی گئی کہ فلسطین کی تائید ہندوستان کی قدیم روایت رہی ہے اور اس وقت بھی ملک اپنی اسی روایت پر قائم ہے۔

(۷) مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ملک میں موجود مسلم ممالک کے سفارتخانوں سے رابطہ کر کے ان پر دباؤ بنائیں کہ وہ اسرائیل سے تمام تر تعلقات ختم کریں، جن ممالک کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات ہیں، وہ اپنے سفیروں کو واپس بلوالیں اسرائیل کو راہ حق پر لانے کا یہ ایک موثر طریقہ ہوسکتا ہے حالیہ اسپتال پر اسرائیل حملے کے بعد اگرچہ بیشتر مسلم ملکوں کی جانب سے غیر معمولی برہمی کا اظہار کیا گیا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسلم ممالک اپنے ملکی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اسرائیل سے سفارتی تعلقات ختم کرلیں اور اپنے ملکوں میں موجود اسرائیلی سفراء کو فوری طور پر ملک سے نکال باہر کریں، نیز اسرائیل سے تجارتی تعلقات بھی موقوف کریں۔

(۸) اسرائیل پر دباؤ بڑھانے کے لیے او آئی سی اور عرب لیگ جیسے ادارے اقوام متحدہ میں اسرائیل کے خلاف قرارداد منظور کرانے کے لیے کوشاں رہیں نیز اقوام متحدہ کے رکن ممالک کو اسرائیل کے خلاف ایکشن

لینے کے لیے مسلم ممالک کو اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنا چاہیے غزہ پر بمباری کو دو ہفتے سے زائد عرصہ ہو چکا ہے؛ لیکن مسلم ممالک مذمتی بیانات سے بڑھ کر کچھ نہیں کر پا رہے ہیں، ہر طرف سکوت مرگ طاری ہے عالم اسلام کی یہی بے حسی ہے، جو اسرائیل کو ظلم پر آمادہ کر رہی ہے، دنیا بھر کے مسلمانوں کے پاس اسرائیل پر دباؤ ڈالنے کا ایک مؤثر ہتھیار اسرائیلی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ ہے، اس وقت دنیا بھر میں اسرائیلی کمپنیاں پھیلی ہوئی ہیں، جن کی آمدنی سے قوت پا کر اسرائیل فلسطینیوں پر ظلم ڈھاتا ہے، اگر ساری دنیا کے مسلمان اسرائیلی مصنوعات کا استعمال ترک کر دیں، تو اسرائیل زبردست معاشی بحران کا شکار ہو سکتا ہے، اور یہ اسرائیلی مصنوعات سے اعتراض کرنا اسرائیل کو فلسطین کے آگے گھٹنے ٹیکنے کے لیے مجبور کرنے کا ایک مؤثر ہتھیار ہے، موجودہ دور میں مصنوعات کا بائیکاٹ نہایت موثر طریقہ کار ہے، جسے اپنا کر ہم دشمنان اسلام کو مجبور کر سکتے ہیں لیکن ہم مسلمانوں کی صورتحال انتہائی افسوسناک ہے، مسلمانوں کی اکثریت غفلت کا شکار ہے انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ روزمرہ کی اشیاء کس کمپنی کی ہیں، انہیں محض اپنی ضروریات کی تکمیل چاہیے حالانکہ جتنی اسرائیلی استعمالی اشیاء بازار میں عام ہیں ان کے متبادل بھی دستیاب ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء دانشوران اور مختلف تنظیموں کے کارکنان کے ذریعے اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کی باقاعدہ مہم چلائی جائے، یہ کام گھر گھر محلہ محلہ ہونے لگے تو اس کے اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، کارکنوں کی جانب سے ایسے چارٹس تیار کیے جائیں جن میں اسرائیلی مصنوعات کے نام کے ساتھ ان کے متبادل اشیاء بھی درج ہوں، اور یہ چارٹ مساجد اور محلوں میں تقسیم کیے جائیں نیز جمعہ کے بیانات میں حضرات علماء کرام مسلسل اس پر زور دیتے رہیں، اس وقت اسرائیلی مصنوعات اور اہل فلسطین پر اس کے مظالم کے حوالے سے عام مسلمانوں کا حال کیسا ہے اس کی منظر کشی سوشل میڈیا پر کسی نے بہت خوبصورت انداز میں کی ہے وہ لکھتے ہیں:

ایک شخص Gree Ac کی ٹھنڈک سے سو کر صبح 5 بجے Seiko کے الارم سے اٹھتا ہے' Colgate سے برش کرتا ہے' Gellet سے شیو کر کے Lux صابن اور Dove شیمپو سے نہاتا ہے اور نہانے کے بعد Levis کی پینٹ' Polo کی شرٹ اور Gucci کے شوز' Jocky کے Socks پہن لیتا ہے' چہرے پر Nevia کریم لگا کر Nestle Food سے ناشتہ کرنے کے بعد Rayban کا چشمہ لگا کر Honda کی گاڑی میں بیٹھ کر کام پر چلا جاتا ہے۔ راستے میں ایک جگہ سگنل بند ہوتا ہے وہ جیب سے IPhone نکالتا ہے اور Zong پر انٹرنیٹ چلانا شروع کر دیتا ہے اتنے میں سبز بتی جلتی ہے آفس پہنچ کر HP کے کمپیوٹر میں کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کافی دیر کام کرنے کے بعد اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو McDonald's سے کھانا اور

ساتھ میں Nestle کا پانی منگواتا ہے۔ کھانے کے بعد Nescaffe کی کافی پیتا ہے اور پھر تھوڑا آرام کرنے چلا جاتا ہے کچھ آرام کرنے کے بعد Red Bull پیتا ہے اور دوبارہ کام میں مشغول ہوجاتا ہے، تھوڑا بوریت محسوس ہونے پر جیب سے Apple کے I-pods نکال کے فلمی گانے سنتا ہے' ساتھ ہی TCS سے ایک پارسل بیرون ملک بھجواتا ہے اور Panasonic کے لینڈ لائن سے اطلاع کرتا ہے اور Parker کے Pen سے ایک نوٹ لکھتا ہے۔ کچھ دیر بعد Rolex کی گھڑی میں ٹائم دیکھتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ واپسی کا وقت ہوگیا ہے تو وہ دوبارہ Honda کی گاڑی اسٹارٹ کرتا ہے اور گھر کے لئے روانہ ہوجاتا ہے۔ Maggi کے نوڈلز' Kit Kat, Cadbury اور Snikers اور Nestle کے مہنگے جوس وغیرہ خرید لیتا ہے سوپر اسٹور کے ساتھ ہی Pizza Hut سے وہ بیوی بچوں کے لئے پیزا اور KFC سے برگرز کی ڈیل بھی خرید لیتا ہے۔ گھر جا کر کھانا کھانے کے بعد سب گھر والے Sony کے Led پر مشہور زمانہ News Channel پر مایوس کُن خبریں سن رہے ہوتے ہیں اور ہاتھ میں Coke کے گلاس پکڑے ہوئے ہوتے ہیں کہ خبر آتی ہے کہ اسرائیل نے فلسطینیوں پر بمباری کی یہ سن کر وہ آگ بگولہ ہوجاتا ہے اور اونچی آواز میں بولتا ہے۔ ''اسرائیل مردہ باد''۔

(بقیہ صفحہ ۳۸ سے)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے سے ان کا کیا نقصان ہوگا؟ یہ درست نہیں ہے، اول تو اگر مسلم ممالک بھی اس بائیکاٹ میں شامل ہوجائیں تو اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوں گے، دوسرے: مسئلہ ان کو نقصان پہنچنے اور پہنچانے کا نہیں ہے؛ بلکہ اپنی طرف سے اظہارِ ناراضگی کا ہے، کتنے ہی واقعات پیش آتے ہیں کہ خاندان میں اختلاف پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی دعوت میں شرکت سے گریز کرنے لگے، یہاں تک کہ بعض اوقات بات چیت بھی بند ہوجاتی ہے؛ حالاں کہ معلوم ہے کہ اس کے دعوت میں شریک نہ ہونے اور بات نہ کرنے سے دوسرے شخص کا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے؛ لیکن مقصود اپنے جذبات کا اظہار ہوتا ہے، یہی جذبہ یہاں بھی ہونا چاہئے، غرض کہ یہ انسانی فریضہ ہے، یہ شرعی ذمہ داری ہے اور حمیتِ ایمانی اور غیرت اسلامی للکار کر ہم سے پوچھ رہی ہے کہ کیا ہم اس کے لئے بھی تیار نہیں ہیں؟"۔

اس کے علاوہ بہت سارے لوگ فلسطینی عوام کے لیے آنلاین فنڈنگ کرر ہے ہیں ہم قابل اعتماد تنظیموں تک اپنی جانب سے حسب توفیق نفلی صدقات اور صدقات واجبہ پہونچانے کا اہتمام کریں، یہ بھی ایک ذریعہ ہے ان کی امداد کا۔

لمحاتِ فکریہ

فلسطین اور اُخوتِ ایمانی کا تقاضہ

از: مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگر*

اس وقت فلسطین کے مسلمان جن المناک حالات سے دوچار ہیں، جو مظالم و مصائب جھیل رہے ہیں جس قدر سفاکیت و بے رحمی ان کے ساتھ برتی جارہی ہے اس درد کا احساس کرنے کے لیے مسلمان ہونے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ واقعی طور پر انسان اور صاحب دل ہونا کافی ہے، ایسے لگتا ہے کہ اگر پہاڑوں کی آنکھ ہوتی تو آہ و فغاں کرتے ہوئے آنسو بہاتے، درختوں کی زبان ہوتی تو ان کی دادرسی کے لیے چیختے چلاتے، سمندروں میں آواز ہوتی تو ان کی مظلومیت کو دیکھ کر شور مچاتے، جانوروں میں سکت ہوتی تو ان کی امداد کے لیے دوڑ دھوپ کرتے: پچھلے کئی صدیوں سے اپنی زمین پر ناجائز طور پر قبضہ کرنے والی ناپاک ریاست اسرائیل کے ظلم و ستم برداشت کرنے کے بعد فلسطینی مجاہدین نے اپنی رگوں میں خون باقی ہونے اور اپنے جذبات کے زندہ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے 7/ اکتوبر 2023 کو ایک زبردست دفاعی حملہ کیا، یہ کوئی ظالمانہ اقدام نہیں تھا؛ بلکہ عین مقتضیٔ فطرت کاروائی تھی، ظاہری بات ہے کہ جس انسان میں کسی بھی درجے شعور ہو وہ اپنے املاک کی حفاظت اور خود پر ہونے والے ظلم کی مدافعت میں تا حد استطاعت برابر کوشش کرتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں یہود بے بہبود نے انتقامی کاروائی میں جس جابریت و بربریت کا ثبوت دیا اور حالیہ دنوں میں جتنے فلسطینی شہریوں اور بالخصوص معصوم نونہالوں اور عورتوں کی جانیں لیں وہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے، یہی حالات تحمل سے باہر تھے کہ حال ہی میں معصوم بچوں اور خاندانوں سے بھرے ہوئے ایک خوشحال الاھلی عرب نامی ہاسپٹل پر بمباری کرتے ہوئے تقریبا 500 بچوں کو شہید اور 500 کو زخمی کیا اور موقع بہ موقع ابھی بھی صہیونی ریاست اسرائیل ان بے چاروں پر بدستور حملے کر رہا ہے اور دن بہ دن فلسطینی شہداء کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، کہیں زد و کوب کر کے، کہیں گولیوں سے، کسی کسی جگہ بمباری کروا کر ہر لمحہ فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اتارا جارہا ہے، اور ہمارا بے حس معاشرہ کرکٹ کے اسکور کی طرح مقتولین کی تعداد شمار کر رہا ہے، ستم بر ستم ظلم در ظلم یہ کہ اسرائیل کی حکومت نے ان مجبور مسلمانوں کو جبراً مکانات خالی کرنے کا حکم دیا ہے، اور زندگی کے بنیادی حقوق

---

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

تک ان سے سلب کر لیے گیے ہیں، نہ ان کے رہنے کا کوئی ٹھکانہ ہے، نہ ان کے پاس سامانِ رسد موجود ہے، نہ ٹھیک طریقے سے پانی دستیاب ہے، نہ بجلی و انٹرنیٹ کی فراہمی ہے اور نہ ہی کوئی علاج و معالجہ کی سہولیات، چاروں سمت سے ایسی بندشیں کھڑی کردی گئیں گویا فلسطین کا وہ قطعۂ ارضی اس وقت ضاقت علیہم الأرض بما رحبت کی عملی تفسیر بنا ہوا ہے۔

ایسے میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سارے ممالک متحدہ طور پر اسرائیل کے ان مظالم کی مزاحمت کرتے یا کم از کم مسلم عرب ممالک اپنے فلسطینی مظلوم بھائیوں کی امداد و مدافعت کے لیے میدان میں آتے اور ایمانی حمیت اور اسلامی اخوت کا ثبوت دیتے لیکن حیف ہے کہ سارے لیڈروں اور حکام کی زبانیں گنگ اور قلوب مردہ ہو چکے ہیں، ایسے لگتا ہے جیسے ان کے سینوں میں دل کی جگہ پتھر ہیں اور ان کی رگ حمیت نے پھڑکنا چھوڑ دیا ہے، امن عالم کی کونسلیں یونائٹڈ نیشنز، متحدہ عرب امارات سب اس معاملے میں تماشائی بنے ہوئے ہیں اور اگر کوئی آواز اٹھتی بھی ہے تو بالکل بودی اور بے دم جس سے ظالم اسرائیل کے کان پر جوں تک نہ رینگے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمی ملامت سے بچنے کے لیے کم از کم کے درجے میں زبانی حامی بھری جارہی ہے، طرفہ تماشا یہ کہ تمام یورپی ممالک وامریکہ اور انہی کی ذہنیت کے پس پردہ پروان چڑھنے والی دیگر حکومتیں اسرائیل کی حمایت کررہی ہیں اور ہندوستانی عوام ومیڈیا جس کو فلسطین کے تاریخی پس منظر کی بالکل واقفیت نہیں ہے اور اس کے تئیں صفر کے درجے میں معلومات رکھتی ہیں اور جو یہود کی کمینگی سے مکمل طور پر ناآشنا ہیں فلسطینیوں کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے اسرائیل کی خوب ستائش اور تائید کررہے ہیں یہ سب صرف اس لیے کہ فلسطینی عوام مسلمان ہیں اور اسرائیل کا یہودی مسلم دشمن!

ایسے سنگین و پر آشوب وقت میں بھی دن بھر موبائل پر فلسطینی عوام کی بے بسی و بے چارگی کو دیکھتے ہوئے ہماری غیرت بیدار نہ ہو اور ہمارے خون میں اشتعال اور جذبات میں ابال نہ پیدا ہو تو یہ ہم سب کے لیے اور عالمِ اسلام کے لیے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے، اللہ پاک نے تمام مسلمانوں کو "انما المومنون اخوۃ" کا خطاب دیا ہے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی ''المسلم اخو المسلم'' (مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) فرما کر اس اخوت ایمانی کو امت کے سامنے مزید واشگاف کیا ہے، نیز ایک موقع پر ارشاد فرمایا "انصر اخاك ظالما او مظلوما" یعنی اپنے مسلمان بھائی کی ہر حال میں مدد کرو، اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی مدد کرتے ہوئے اس پر ہونے والے ظلم کو روک دو اور اگر ظالم ہو تو ظلم جیسے منکر سے روکتے ہوئے اخروی اعتبار سے اس کی مدد کرو، ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے ساری دنیا کے مسلمانوں کے درمیان تعلق کو ایک حسی مثال سے واضح کیا،

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:" مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى " (صحیح مسلم) مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگر پیر میں کوئی زبردست گھاؤ ہو جائے تو ہاتھ مرہم پٹی کرتا ہے، آنکھ اس درد پر آنسو بہاتی ہے، زبان آہیں بھرتی ہے، دماغ بے سکون ہو جاتا ہے اور دل اس تکلیف پر کڑھنے لگتا ہے، اور سارا جسم رات بھر بخار سی کیفیت محسوس کرتے ہوئے بے خواب و بے چین رہتا ہے، زخم پیر پر ہے لیکن سارا جسم اس کی طرف متوجہ اور اس تکلیف میں مبتلا ہے، بالکل اسی طرح مسلمان چاہے ان کی سرحدیں الگ ہوں، رنگ، روپ، شکل وصورت، تہذیب و کلچر سب ایک دوسرے سے مختلف ہوں مگر رشتۂ ایمانی کی بنیاد پر ایک جسم کے مانند ہیں، اللہ پاک نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایمان کے دھاگے میں پرو دیا ہے، لہذا دنیا کے جس گوشے میں بھی کسی مسلمان پر کوئی بلا ٹوٹے، کوئی آفت آپڑے تو ساری دنیا کے مسلمانوں کو ان کے غم و تکلیف میں سہیم و شریک ہونا چاہیے اور ان کی امداد کی حتی المقدور کوشش اور سعی کرنا چاہیے، ایک مومن کا اپنے مومن بھائی کے بابت کیا برتاؤ ہو اس کو سمجھاتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا:" المسلمُ أخو المسلمِ لا يظلِمُه ولا يُسلِمُه " (بخاری) اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر خود بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اس کو دشمن کے حوالے چھوڑ تا دیتا ہے کہ اس کی مدد و امداد کچھ نہ کرے، بلکہ اس کی مدد پر علی الفور آمادہ ہو جاتا ہے۔

غرض! یہ نصوص ہمیں اپنے منصب اور ذمہ داری کو یاد دلاتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی بالخصوص فلسطینی مسلمان جو اس وقت اسرائیل کا ستم جھیل رہے ہیں ان کی مدد کے لیے اپنے سطح کی پوری کوشش کریں، اس سلسلے میں شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہوئے اپنے صوتی پیغام میں فرمایا کہ" ہم اپنی اپنی سطح پر آواز اٹھائیں اور حکومتوں سے مطالبہ کریں کہ وہ اس معاملے میں بالکل غیر جانبدار ہو کر نہ بیٹھیں بلکہ حماس کی مکمل حمایت کریں، اور صرف زبانی طور پر نہیں بلکہ ان کو امداد پہونچانے کا جو بھی طریقہ ممکن ہو ان کو امداد پہونچائی جائے، دوسری بات یہ فرمائی کہ ہم مسلمانوں کا ایک بہت بڑا ہتھیار جس کو ہم ہتھیار نہیں سمجھتے" دعا" ہے، اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں، یہ راکٹ میزائل وغیرہ سب ظاہری اسباب ہیں، ان میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، نیز ایک آیت تلاوت فرماتے ہوئے کہا کہ یہ آیت کا مفہوم سبھی حکام و قائدین تک پہنچانا چاہیے، وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚۙ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (النساء:75)

(اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنا دے) فرمایا کہ یہ آیت غزہ کے مسلمانوں پر صادق آرہی ہے جن کی زمین پر ظلم کے مہیب بادل منڈلا رہے ہیں، تو ہم عام لوگ جا کر اس جنگ میں شریک تو نہیں ہو سکتے تو اپنی حکومتوں کو اپنے جذبات کا اظہار کر کے اس پر مجبور کر سکتے ہیں، اگر عوام کی قوت و طاقت ان کے پیچھے ہو جائے تو وہ ضرور ان کی مدد کے لیے کوئی قدم اٹھائے گی، اور تیسری چیز رجوع الی اللہ یعنی ہماری کوئی نماز ایسی نہ ہو جس میں ہم ان کے حق میں دعا نہ کرتے ہوں، ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ ان فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعائیں کریں، ایسی عمومی افتاد کے وقت علماء کے عمل کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آیت کریمہ حصن حصین وغیرہ کے ختم کی مجلسیں منعقد کر کے ان کے حق میں عمومی طور پر دعا و مناجات کریں، کیوں کہ دعا مومن کا ایسا زبردست ہتھیار ہے کہ اس کے بارے میں قرآن پاک میں وارد ہے" كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ " (البقرہ) یعنی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اس دعا کے ہتھیار کے ذریعہ بڑی جماعتوں پر غلبہ پا گئیں، یہ اللہ سے رجوع اور اپنے گناہوں کے توبہ کے نتیجہ میں ہوتا ہے، آج جو آزمائشیں ہم پر مسلط ہیں یہ ہماری گناہوں کی پاداش میں اور شامت اعمال کے نتیجہ میں ہے"۔

نیز فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے حالیہ مضمون میں مسلمانان ہند سے اپیل کرتے ہوئے تحریر فرمایا" اس پس منظر میں ہم مسلمانانِ ہند قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ ملک کی رائے عامہ کو حقیقت پسند بنائیں اور انھیں حقیقی صورتِ حال کا ادراک کرنے میں مدد دیں، منصف مزاج ہندو بھائیوں (جن کی آج بھی اس ملک میں اکثریت ہے) کو ساتھ لے کر حکومت ہند سے خواہش کریں کہ وہ اپنی ناوابستہ پالیسی پر قائم رہے اور امریکہ و اسرائیل کی آنکھ بند کر کے حمایت نہ کرے، وہ اس بات کو ملحوظ رکھے کہ ہمارے ملک کا مفاد عربوں کے ساتھ بہتر تعلق میں ہے، نہ کہ اسرائیل جیسے خود غرض اور قلاش ملک کی تائید میں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم امریکہ اور اسرائیل کی تجارتی اشیاء کا بائیکاٹ کریں، جس کی فہرستیں بھی اخبارات اور سوشل میڈیا میں آچکی ہیں، کیوں کہ یہ بھی منکر پر ناراضگی کے اظہار اور ظالم سے بے تعلقی برتنے کا ایک مؤثر طریقہ ہے اور شرعاً بہ حیثیت مسلمان ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ اس سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کرنا ہمارے لئے ممکن ہو، ہم اس سے دریغ نہ کریں،۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

لمحاتِ فکریہ

فلسطین سے محبت کیوں؟

آپ کے بچے بھلے آپ سے پوچھیں یا نا پوچھیں، آپ انہیں یہ ضرور بتائیے کہ ہم فلسطین سے اس لیئے محبت کرتے ہیں کہ:

1: یہ فلسطین انبیاء علیھم السلام کا مسکن اور سرزمین رہی ہے۔

2: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔

3: حضرت داؤود علیہ السلام نے اسی سرزمین پر سکونت اختیار کی اور یہیں اپنا ایک محراب بھی تعمیر فرمایا۔

4: حضرت سلیمان علیہ السلام اسی ملک سے ساری دنیا پر حکومت فرمایا کرتے تھے۔

5: حضرت زکریا علیہ السلام کا محراب بھی اسی شہر میں ہے۔

6: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ملک کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اس مقدس شہر میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے اس شہر کو مقدس اس شہر کے شرک سے پاک ہونے اور انبیاء علیھم السلام کا مسکن ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔

7: اس شہر میں کنواری بی بی حضرت مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ بھی ہے۔

8: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اُن کی قوم نے قتل کرنا چاہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اسی شہر سے آسمان پر اُٹھالیا تھا۔

9: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زمین پر واپس تشریف اسی شہر کے مقام سفید مینار کے پاس ہو گی۔

10: اسی شہر کے ہی مقام باب لُد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح دجال کو قتل کریں گے۔

11: فلسطین ہی ارض محشر ہے۔

12: فلسطین کو نماز کی فرضیت کے بعد مسلمانوں کا قبلہ اول ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ہجرت کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام دوران نماز ہی حکم رب سے آقا علیہ السلام کو مسجد اقصیٰ (فلسطین) سے بیت اللہ کعبہ مشرفہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رخ کرا گئے تھے۔ جس مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا وہ مسجد قبلتین کہلاتی ہے۔

13: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات آسمان پر جانے سے پہلے مکہ مکرمہ سے یہاں بیت المقدس (فلسطین) لائے گئے۔

14: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں انبیاء علیہم السلام نے یہاں نماز ادا فرمائی۔ اس طرح فلسطین ایک بار پھر سارے انبیاء کا مسکن بن گیا۔

15: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی بنائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ)۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کونسی؟ (مسجد بنائی گئی تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الاقصیٰ (یعنی بیت المقدس)۔ میں نے پھر عرض کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس برس کا اور تو جہاں بھی نماز کا وقت پالے، وہیں نماز ادا کر لے پس وہ مسجد ہی ہے۔

16: دور فاروقی میں دنیا بھر کی فتوحات کو چھوڑ کر محض فلسطین کی فتح کے لئے خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چل کر جانا اور یہاں پر جا کر نماز ادا کرنا اس شہر کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

17: دوسری بار بعینہٖ معراج کی رات بروز جمعہ 27 رجب 583 ھجری کو صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں اس شہر کا دوبارہ فتح ہونا بھی ایک نشانی ہے۔

18: بیت المقدس کا نام قدس قرآن سے پہلے تک ہوا کرتا تھا، قرآن نازل ہوا تو اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھ گیا۔ قدس اس شہر کی اس تقدیس کی وجہ سے ہے جو اسے دوسرے شہروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس شہر کے حصول اور اسے رومیوں کے جبر واستبداد سے بچانے کے لئے 5000 سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش کیا۔ اور شہادت کا باب آج تک بند نہیں ہوا، سلسلہ ابھی تک چل رہا ہے۔ یہ شہر اس طرح شہیدوں کا شہر ہے۔

19: مسجد اقصیٰ اور بلاد شام کی اہمیت حرمین الشریفین جیسی ہی ہے۔ جب قران پاک کی یہ آیت وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ نازل ہوئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے بلادِ شام کو "التین" انجیر سے، بلاد فلسطین کو "الزیتون" زیتون سے اور مصر کے پہاڑ کوہ طور کو ___ جس پر جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک سے کلام کیا کرتے تھے ___ ''الطور سینین'' سے استدلال کیا۔

20: قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الأنبیاء: ۱۰۵) سے یہ استدلال کیا گیا کہ امت محمد حقیقت میں اس مقدس سرزمین کی وارث ہے۔

27: فلسطین کی مسجد اقصیٰ میں پڑھی جانے والی ہر نماز کا اجر 500 گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔

اصلاحی مضامین

ووٹ کا استعمال ملی وشرعی فریضہ

از: مفتی محمد ابراہیم قاسمیؔ حسامی*

ووٹ ایک امانت ہے اور اس کا صحیح استعمال دینی وملی فریضہ ہے۔ ووٹ کی شرعی حیثیت شہادت وگواہی کی ہے، اس کو محض سیاسی ہار جیت کا ذریعہ قرار دینا کسی طرح مناسب نہیں، یہ بات صاف اور واضح ہے کہ قرآن وسنت کی رو سے نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہِ کبیرہ ہے، اسی طرح ایک اچھے اور قابل آدمی کو ووٹ دینا باعثِ ثواب بلکہ شرعی فریضہ ہے، قرآن مجید نے جیسے جھوٹی گواہی کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح سچی گواہی دینے کو ضروری اور لازم فرمایا ہے، ارشاد باری ہے: كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ اور دوسری جگہ ہے: كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لله. ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا کہ سچی گواہی سے جی نہ چرائیں، اللہ کے حکم کے مطابق ادائیگی گواہی کے لیے کھڑے ہوجائیں، تیسری جگہ سورۂ طلاق میں ارشاد ہے: وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت قائم کرو۔ ایک آیت میں ارشاد فرمایا کہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ ہے، ارشاد ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہ گار رہے۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الا اخبرکم بخیر الشھداء الذی یأتی بشھادتہ قبل أن یسألھا. (مسلم کتاب الاقضیۃ) ترجمہ: کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ بہترین گواہ کون ہے؟ بہترین گواہ وہ شخص ہے جو اپنی گواہی کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی ادا کردے۔ ووٹ کو شہادت کی حیثیت دینے کے سبب اس پر قرآن وسنت کے وہ تمام احکام جاری ہوتے ہیں جو شہادت کے حوالے سے منقول ہیں؛ اس لیے دین داری کا تقاضا ہے کہ ووٹ کا صحیح استعمال یقینی بنایا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ووٹ ضرور ڈالنا چاہیے، البتہ جس امیدوار کے حق میں ووٹ ڈال رہا ہے اس کے حق میں گویا یہ خود ہی گواہی دے رہا ہے کہ یہ امیدوار میرے علم کے مطابق ووٹ لینے کا سب سے زیادہ

* ناظم مدرسہ اسلامیہ صفۃ للبنات وصفہ ایجوکیشنل سوسائٹی وقار آباد تلنگانہ

حق دار ہے، اس لئے ووٹ ڈالنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے:

(1) ووٹ ڈالنے میں احتیاط سے کام لے کہ غلط جگہ مہر وغیرہ نہ لگے، ورنہ آپ کا ووٹ بیکار ہو جائے گا۔

(2) باہم مشورے سے خوب سوچ سمجھ کر ووٹ دے، محض اپنے تعلقات یا دباؤ سے ہرگز ووٹ نہ دے۔ (3) اپنے علم کے مطابق جو شخص ووٹ کا زیادہ مستحق ہے اسی کو اپنا ووٹ دے۔ (4) جس امیدوار سے نقصان پہنچنے کا غالب اندیشہ ہو اس کو ہرگز ووٹ نہ دے۔ (5) اگر تمام امیدواروں کے حالات یکساں ہوں تو پھر جس سے زیادہ فائدہ کی امید اور کم نقصان کا اندیشہ ہو اس کو ووٹ دے۔ (6) مال لے کر کسی کو ووٹ نہ دے یہ بدترین رشوت اور حرام فعل ہے۔ (7) ہر شخص اپنے ووٹ کا استعمال ضرور کرے۔ اگر ووٹ کا استعمال دینی وملی فریضہ کے بجائے اپنے ذاتی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے تو ملک سے بدامنی، غربت وافلاس، بے روزگاری کا خاتمہ کیسے ممکن ہوگا؟ جس طرح الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتخابات کو صاف شفاف رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے اسی طرح امیدواروں کو ووٹ حاصل کرنے کے سلسلے میں شفافیت کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ رائے دہندے ووٹ کو اپنا جمہوری حق اور دینی وملی ذمہ داری کے طور پر استعمال کریں۔

ووٹ استعمال کرنے کا مقصد

ووٹ استعمال کرنے کا مقصد ایسے باکردار شخص کو منتخب کرنا ہوتا ہے جو تعصب کا چشمہ نہ پہنتا ہو اور ملک کا خیر خواہ ہو اور ملک کے آئین وقوانین کی سالمیت کی فکر کرتا ہو، ہر مذہب کے ماننے والے کو اس کے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزر بسر کرنے کی آزادی دیتا ہو، علاقے کے امن وامان کے لئے فکرمند ہو۔

(بقیہ صفحہ ۴۶ سے)

(۴) جو امیدوار نظامِ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہِ کبیرہ ہے۔

(۵) ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے، دوسرے کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنا دین قربان کردینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ (ماخوذ از: جواہر الفقہ)

اصلاحی مضامین

انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

آج کی دنیا میں اسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل وراڈوں اور دوسری مجالس اور جماعتوں کے انتخابات میں جمہوریت کے نام پر جو کھیل کھیلا جارہا ہے کہ زور وزر اور غنڈہ گردی کے سارے طاغوتی وسائل کا استعمال کر کے یہ چندروزہ موہوم اعزاز حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے عالم سوز نتائج ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں اور ملک وملت کے ہمدرد وسمجھدار انسان اپنے مقدور بھر اس کی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں، لیکن عام طور پر اس کو ایک ہار جیت کا کھیل اور خالص دنیاوی دھندہ سمجھ کر ووٹ لئے اور دیئے جاتے ہیں۔ لکھے پڑھے دیندار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دنیا کے نفع ونقصان اور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا، بلکہ اس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی ہے جس کے اثرات اس دنیا کے بعد بھی یا ہمارے گلے کا ہار عذاب جہنم بنیں گے، یا پھر درجاتِ جنت اور نجاتِ آخرت کا سبب بنیں گے اور اگر چہ آج کل اس اکھاڑہ کے پہلوان اور اس میدان کے مرد، عام طور پر وہی لوگ ہیں جو فکر آخرت اور خدا اور سول کی طاعت ومعصیت سے مطلقاً آزاد ہیں اور اس حالت میں اُن کے سامنے قرآن وحدیث کے احکام پیش کرنا ایک بے معنیٰ وعبث فعل معلوم ہوتا ہے لیکن اسلام کا یہ بھی معجزہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی، ہر زمانہ میں اور ہر جگہ کچھ لوگ حق پر قائم رہتے ہیں جن کو ہر کام میں حلال وحرام کی فکر اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا جوئی پیش نظر رہتی ہے نیز قرآن کریم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۵۵ یعنی آپ نصیحت کی بات کہتے رہیں کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ انتخابات میں امیدواری اور ووٹ کی شرعی حیثیت اور اُن کی اہمیت کو قرآن وحدیث کی رو سے واضح کر دیا جائے شاید کچھ بندگانِ خدا کو تنبیہ ہو اور کسی وقت یہ غلط کھیل صحیح بن جائے۔

امیدواری

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لئے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے، ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے جس کا امیدوار ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ دیانت و امانت سے اس کام کو انجام دے گا، اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا۔ یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اور امانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبہ سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لئے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود غدار و خیانت کا مجرم ہو کر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا۔ اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لئے کھڑا ہوتا ہے اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال ہی تک محدود تھی، کیونکہ بنص حدیث ہر شخص اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلقِ خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اُس کی گردن پر آتا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر

کسی امیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت رکھتا ہے اور دیانت اور امانت بھی اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے بھی اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال دنیا و آخرت ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہادتِ کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے (مشکوٰۃ) اور ایک دوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اکبر کبائر فرمایا ہے (بخاری ومسلم) جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہو کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابلِ ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔ دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے، اس سفارش کے

بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے مَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنۡ لَّهٗ نَصِيۡبٌ مِّنۡهَا ۚ الخ یعنی جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے اُس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بُرے سفارش کرتا ہے تو اُس کی برائی میں اُس کا بھی حصہ لگتا ہے۔ اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے، جو خلقِ خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بُری سفارش یہ ہے کہ نا اہل، نالائق، فاسق ظالم کی سفارش کر کے اُس کو خلقِ خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پنج سالہ دور میں جو نیک یا بد عمل کرے گا ہم بھی اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

ووٹ کی تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع ونقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا تو اُس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں ہے کیوں کہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اُس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لئے اگر کسی نا اہل کو اپنی نمائندگی کے لئے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے، ایک شہادت دوسرے سفارش، تیسرے حقوقِ مشترکہ میں وکالت، تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح قابل آدمی کو ووٹ دینا موجبِ ثوابِ عظیم ہے اور اُس کے ثمرات بھی ہے، اسی طرح بُری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن اثرات بھی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ

مذکور الصدر بیان میں جس طرح قرآن وحدیث کی رو سے یہ واضح ہوا کہ نا اہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے اسی طرح اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثوابِ عظیم ہے۔ بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے۔ قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا: ارشادِ باری ہے: كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ان دو آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چُرائیں، اللہ کے لئے ادائیگی شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔ تیسری جگہ سورۂ طلاق میں ارشاد ہے: وَاَقِيۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ یعنی اللہ کے لئے سچی شہادت قائم کرو۔ ایک آیت میں ہے کہ شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ ہے۔ ارشاد ہے: وَلَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنۡ يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُهٗ یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔

ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کردیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چھڑائیں، ضرور ادا کریں، آج جو خرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں، اُن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے، جس کا لازمی نتیجہ مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں، اور اُن لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کے مرادف ہے، اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنیٰ میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت سے غنیمت ہو تو تقلیل شر اور تقلیلِ ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ نجاست کے پورے ازالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیل نجاست کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیل ظلم کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

خلاصہ یہ ہے کہ

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے، آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانت داری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لئے یہ انتخابات ہو رہے ہیں اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کریگا انکی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی، آپ بھی اسکے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

(۲) اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب وعذاب میں بھی محدود۔ قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے۔

(۳) سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لئے آپ کے حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ (بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

انداز تربیت

مجھے ملامت مت کرو!

از: مولانا محمد بن عبد الرحمٰن العریفی رحمہ اللہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ دوسروں کو ان کی غلطیوں پر جو شاید خرد بین کے بغیر نظر نہ آسکتی ہوں ڈانٹ ڈپٹ اور لعنت ملامت کر کے ان کے زیادہ قریب ہو جاتے ہیں یا ان کی شخصیت مضبوط ہو جاتی ہے اور دوسروں پر ان کا رواب پڑ جاتا ہے جبکہ درحقیقت ملامت کر لینا سمجھداری اور ذہانت نہیں بلکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ حتی الامکان دوسروں کو ان کی غلطیوں پر جھاڑنے اور لعن طعن کرنے سے پرہیز کریں اور اصلاح کا ایسا طریقہ اپنائیں جو زخموں پر بجائے نمک کے پھایا کا کام کرے۔

زندگی کے بعض معاملات میں بالخصوص دنیاوی مال ومتاع اور ذاتی حقوق کے سلسلے میں انسان کو کبھی کبھار سب کچھ جانتے بوجھتے بھی انجان بن جانا چاہیے شاعر کا کہنا ہے:

لیس الغبی بسید فی قومہ
لکن سید قومہ المتغابی

انجان آدمی اس کی قوم میں سردار نہیں بلکہ اس کی قوم کا سردار انجان بننے کی کوشش کرتا ہے یہ پہلی بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے برسر عام نصیحت کرنے سے پرہیز کریں، کسی شاعر نے اس انسانی جذبے کی عکاسی دلکش انداز میں کی ہے۔

تعمّدنی بنصحک فی انفرادی
وجنبنی النصیحۃ فی الجماعۃ

مجھے اکیلے میں نصیحت کرو اور بھری محفل میں نصیحت کرنے سے پرہیز کرو۔

فان النصح بین الناس
نوع من التوبیخ لا ارضی استماعہ

’’لوگوں کے درمیان نصیحت سرزنش کی ایک شکل ہے جسے سننا میں پسند نہیں کرتا‘‘۔

بلکہ جب غلطی کا بار بار اعادہ کیا جائے اور آپ لوگوں کو اصلاح کی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں تو عام انداز اختیار کرتے ہوئے ’’چند لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں‘‘ کہ نسخے پر عمل کیجئے۔

یاد رکھیے! ملامت کا اثر کوڑے کی ضرب جیسا ہوتا ہے کچھ لوگ بعض افراد سے صرف اس لیے متنفر ہوتے ہیں کہ وہ بات بے بات پر ملامت کا کوڑا اُٹھائے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اکثر آئی گئی باتوں پر دوسروں کو کوستے نظر آتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب باتوں کا بہت خیال رکھتے تھے خیبر سے واپسی پر سفر کی طوالت نے مسلمانوں کو تھکا دیا، رات ہوئی تو آرام کے لیے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فجر کا خیال کون رکھے گا؟ شاید ہم سو جائیں، بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں فجر کا خیال رکھوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹ گئے، لوگ بھی آرام کرنے لگے، بلال رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی، سفر کی طوالت نے پہلے ہی بے حال کر رکھا تھا تھک ہار کر اونٹ کے ساتھ ٹیک لگائی اور بیٹھ گئے، فجر کا انتظار کرتے کرتے ان کی آنکھ لگ گئی سب لوگ تھکاوٹ سے چور تھے، اس لیے خوب سوئے، رات گزری سویرا ہوا، آخر سورج کی تپش نے انہیں بیدار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگے اور لوگوں کو بھی جگایا، سورج پر دیکھا تو لوگ پریشان ہوئے ہر کوئی بلال رضی اللہ عنہ کو گھور رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور دریافت کیا: بلال! تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟

حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نے مختصر لیکن درست جواب دیا: یا رسول اللہ مجھے بھی اسی شئی نے آلیا تھا جو آپ کو آ گئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ٹھیک کہا ہے اور اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے، آپ نے لوگوں کا اضطراب دیکھا، تو فرمایا کوچ کرو، لوگوں نے کوچ کیا، تھوڑی دور گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری سے اترے، لوگ بھی اترے، آپ نے وضو کیا، لوگوں نے بھی وضو کیا، آپ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی، سلام پھیر کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نماز بھول جاؤ تو جب یاد آئے پڑھ لیا کرو۔ سبحان اللہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل کیسا دانشمندانہ اور حکمت سے بھرپور تھا آپ کی ذات قائدین کے لیے مشعل راہ ہے آج کل کے افسروں کی طرح نہیں جن کی لعنت ملامت اور گالی گفتار کا ڈنڈا ہمیشہ ماتحتوں کے سروں پر لگا رہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو دوسروں کی جگہ رکھتے اور ان کے ذہنوں سے سوچتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعامل جسموں سے پہلے دلوں سے تھا، آپ جانتے تھے کہ وہ انسان ہیں، مشینیں نہیں۔

(زندگی سے لطف اُٹھایئے، ص: ۲۷۲ تا ۲۷۴)

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

قیامت کے دن انسان کو کس نام سے پکارا جائے گا؟

سوال: قیامت کے دن جب مردوں کو قبروں سے نکالا جائے گا، تو باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یا ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن انسانوں کو ان کے والد کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، البتہ جو بن باپ کے ہوں گے، مثلاً اولا دالزنا وغیرہ تو اللہ تعالیٰ رسوائی سے بچانے کے لئے ان کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے۔ (فتاوی قاسمیہ، ۲/ ۳۷)

مطلقہ اور کنواری لڑکیاں جنت میں کس کے ساتھ ہوں گے؟

سوال: مطلقہ اور کنواری لڑکیاں جنت میں کس کے ساتھ ہوں گی؟

جواب: ایسی مطلقہ اور کنواری لڑکیوں کو اللہ تعالیٰ اختیار دیدیں گے، جس مرد کو پسند کرے گی اسی کے ساتھ نکاح کرادیا جائے گا، اور اگر وہ کسی مرد کو پسند نہ کرے تو حوروں میں سے ایک کو مرد بنا کر اس کے ساتھ نکاح کرادیا جائے گا۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ۲/ ۵۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ

سوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ مبارک تھا یا نہیں؟

جواب: عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی سایہ تھا جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، عام لوگوں میں جو مشہور ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا وہ غلط مشہور ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ۲/ ۱۳۲)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑنے نہ پڑنے کے متعلق تحقیق

سوال: حضرت ایوبؑ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

جواب: قرآن وحدیث میں یہ بات اجمالاً مذکور ہے کہ آپ کو کافی تکلیفیں اٹھانی پڑیں، راجح قول کے مطابق تیرہ سال تک آزمائش اور مصیبت میں مبتلا رہے، اس کے بعد اللہ نے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائی، لیکن ان کے جسم میں کیڑے پڑ جانے والی بات کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، اور جن روایات میں کیڑے پڑ جانے کا ذکر ہے، وہ انتہائی ضعیف اور اسرائیلی روایات ہیں، اس لئے ان روایات پر نہ اعتماد کرنا چاہیے اور نہ عوام میں بیان کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ۲/ ۱۷۷)

ووٹ کی شرعی حیثیت

سوال: ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور کس امیدوار کو ووٹ ڈالنا چاہیے؟

جواب: ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم شہادت کی ہے، اس کو محض سیاسی ہار، جیت کا ذریعہ قرار دینا سخت نادانی ہے، قرآن وسنت کی رو سے واضح ہے کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہِ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے، نیز جس امیدوار کے حق میں ووٹ ڈال رہا ہے اس کے حق میں گویا یہ خود ہی گواہی دے رہا ہے کہ یہ امیدوار میرے علم کے مطابق سب سے زیادہ مستحق اور دیانت دار ہے، اس لیے چند امور اس کو ملحوظ رکھنا چاہیئے: ۱) ووٹ ڈالنے میں احتیاط سے کام لے، غلط جگہ مہر وغیرہ نہ لگے، اس کا خیال رکھے ورنہ اس کا ووٹ ضائع ہو جائے گا جو کہ بڑا نقصان ہے۔ ۲) باہم مشورے سے خوب سوچ سمجھ کر ووٹ دے، محض اپنے تعلقات یا غیر شرعی دباؤ سے متأثر ہو کر ہرگز ووٹ نہ دے۔ ۳) جو امیدوار اس کے علم کے مطابق ووٹ کا زیادہ مستحق ہے دیانۃً اسی کو اپنا ووٹ دے۔ ۴) جس امیدوار سے نقصان پہنچنے کا غالب اندیشہ ہو اس کو ہرگز ووٹ نہ دے۔ ۵) اگر تمام امیدواروں کے حالات یکساں ہوں تو پھر جس سے زیادہ فائدہ کی امید اور کم نقصان کا اندیشہ ہو اس کو ووٹ دے۔ ۶) روپیہ یا کوئی مال لے کر کسی کو ووٹ نہ دے یہ بدترین رشوت اور حرام فعل ہے۔ ۷) ووٹ کی حقیقت کو سامنے رکھا جائے۔

(ماخوذ از: دار الافتاء، دار العلوم دیوبند)

قرآن مجید کے گرنے پر صدقہ

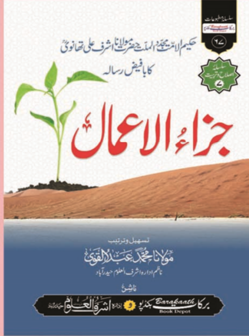
سوال: مشہور ہے کہ اگر قرآن کریم گر جائے تو قرآن کریم کے برابر گیہوں نمک وغیرہ صدقہ کرنا واجب ہے۔

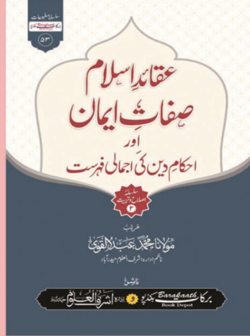
جواب: شریعت نے قرآن کریم کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا اگر ہاتھ سے قرآن کریم گر جائے تو اس کی بے ادبی ہوئی، اس لئے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے، اور عوام میں جو مشہور ہے کہ اس کے برابر گیہوں نمک وغیرہ صدقہ کرنا، حدیث وفقہ کی کسی کتاب میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۷۳)

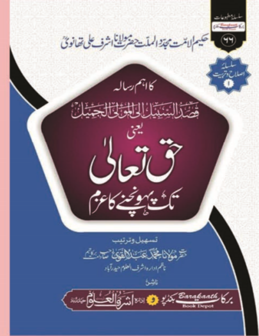
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-

RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25

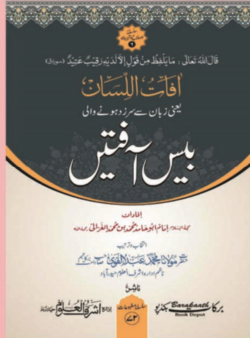
Date of Publication 3rd Nov-23, date of Posting 5th Nov-23

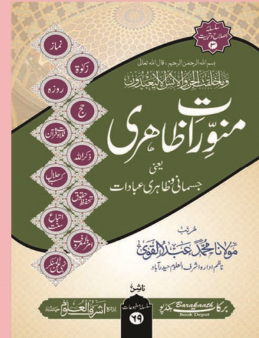


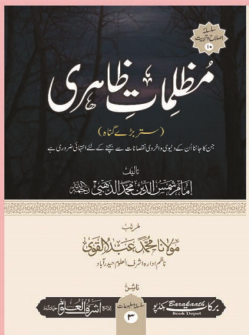


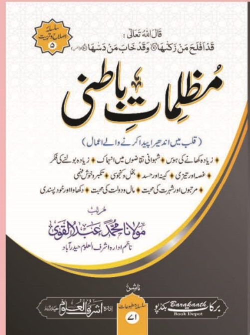


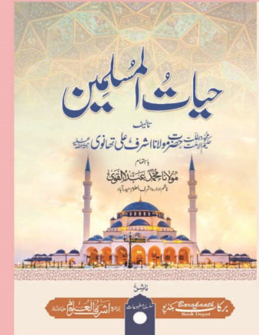












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59